اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰہِ یُوْرِثُھَا مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ (الاعراف)

"بیشک زمین اللہ ہی کی ہے، وارث بناتا ہے اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے۔"

www.KitaboSunnat.com

احکامِ وقف و ہبہ

مؤلفہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا

محمد علی جانباز حفظہ اللہ تعالیٰ

ناشر: ادارۂ جامعہ رحمانیہ (رجسٹرڈ) 4591911

ناصر روڈ، سیالکوٹ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

إِنَّ الْأَرْضَ لِلَّهِ يُورِثُهَا مَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ

(الاعراف)

"بیشک زمین اللہ ہی کی ہے، وارث بناتا ہے
اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے۔"

احکامِ وقف و ہبہ

مؤلفہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا
محمد علی جانباز حفظہ اللہ تعالیٰ

www.KitaboSunnat.com

ناشر: ادارۂ جامعہ رحمانیہ (رجسٹرڈ)
4591911
ناصر روڈ۔ سیالکوٹ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب : احکامِ وقف و ہبہ

مؤلفہ : شیخ الحدیث مولانا محمد علی جانباز

طبع : اول

تعداد : ۵۰۰

قیمت :

سن اشاعت: ۲۰۰۵ء

کمپوزنگ : العرفان کمپوزرز۔ گوجرانوالہ

ناشر: ادارۂ جامعہ رحمانیہ (رجسٹرڈ) 4591911

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عرضِ مصنف

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی ○

وجہ تالیف:

1987ء کی بات ہے کہ سیالکوٹ محلّہ مبارک پورہ سے ایک بزرگ نے اپنا ذاتی مکان جامعہ رحمانیہ کے لیے وقف کیا۔ اور خواہش ظاہر کی کہ یہاں مسجد یا مدرسہ بنا دیا جائے، لیکن جہاں مکان واقع تھا وہاں دو مسالک کی قریب قریب اور بھی مساجد تھیں۔ اس لیے مسجد کے قریب دوسری مسجد بنانا مناسب نہ تھا۔ اور یہ جگہ مدرسہ کے لیے بھی موزوں نہ تھی۔ اس لیے انتظامیہ نے فیصلہ کیا کہ اسے فروخت کر کے کوئی متبادل اور موزوں جگہ مسجد کے لیے خرید لی جائے۔ مگر انتظامیہ کے لیے مشکل یہ پیش آئی کہ وقف شدہ جگہ فروخت نہیں ہو سکتی تھی۔ اس لیے سیالکوٹ عدالت سے رجوع کیا گیا، اور پھر بعد میں لاہور ہائیکورٹ سے رجوع کیا گیا۔ دونوں جگہ کے وکلاء حضرات نے ہمیں یہ مشورہ دیا کہ وقف، ہبہ وغیرہ دینی مسائل میں سے ہیں اس لیے اس بارے میں کتاب وسنت کی روشنی میں کچھ معلومات ہمیں فراہم کی جائیں۔...... چنانچہ اسی غرض کے لیے یہ رسالہ لکھا گیا ہے اور اس میں تین مسائل (وقف، ہبہ، شفعہ) پر کتاب وسنت کی روشنی میں تفصیلی مواد جمع کر دیا گیا ہے، تاکہ عوام الناس عموماً اور وکلاء حضرات خصوصاً اس سے استفادہ کر سکیں۔

طالب دعا/ **محمد علی جانباز**

جامعہ رحمانیہ، ناصر روڈ۔ سیالکوٹ

۱۸-۲-۲۰۰۵

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فہرست مضامین احکام وقف وہبہ

صفحہ نمبر	عنوانات
۱	عرضِ مصنف
۲	فہرست
۵	احکام وقف
۵	لغوی معنی
۵	اصلاحی معنی
۵	وقف کے بارے میں بڑے اہم اصول
۷	وقف خیری
۷	وقف اہلی یا ذری
۱۳	وقف کی ابتداء، تاریخ اور اہمیت
۲۲	وقف کا حکم
۲۳	وقف کے صحیح ہونے کے لیے شرائط
۲۴	وقف معلق بالموت
۲۴	موقوف چیز کی ملکیت
۲۴	کن چیزوں کا وقف صحیح اور کن کا غیر صحیح ہے
۲۴	وقف میں موقوف علیہ کا متعین ہونا ضروری ہے
۲۵	ذمی پر وقف
۲۵	مطلق وقف
۲۵	مرض الموت میں مریض کا وقف
۲۶	حالتِ مرض میں بعض ورثاء پر وقف کرنا
۲۶	نگران اور متولی
۲۷	مالداروں کے لیے وقف

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وقف میں تصرف اور تبدیلی کا حکم	۲۷
ایسا وقف جس سے وارثوں کو نقصان پہنچتا ہو	۲۹
احکام ہبہ	۳۱
ہبہ کا لغوی معنی	۳۲
ہبہ کی اصطلاحی تعریف	۳۳
قابلِ ہبہ اشیاء	۳۵
واہب کے لیے ضروری اوصاف	۳۷
ہبہ کے ارکان	۳۸
ا۔ ایجاب	۳۸
۲۔ قبول	۳۸
۳۔ قبضہ	۳۹
۴۔ ہبہ کی واپسی	۴۱
والد اپنا ہبہ ہدیہ واپس لے سکتا ہے	۴۲
ہدیہ دلوں کی کدورت دور کر کے محبت پیدا کرتا ہے	۴۳
ہدیہ کا بدلہ	۴۴
محسنوں کا شکریہ اور ان کے لیے دعائے خیر	۴۷
وہ چیزیں جن کا ہدیہ قبول ہی کرنا چاہیے	۵۰
کن لوگوں کو ہدیہ لینا منع ہے	۵۲
اولاد میں ہبہ کے وقت برابری کا حکم	۵۴
غیر مسلم کو ہدیہ دینا اور لینا	۵۹
ہبہ٬ہدیہ اور عاریت میں فرق	۶۰
ہبہ٬ہدیہ اور صدقہ میں فرق	۶۰
ہدیہ کی تعریف	۶۱
صدقہ کی تعریف	۶۱

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہبہ کی تعریف	۶۱
ہبہ کی اصطلاحات	۶۱
ہبہ کے ارکان وشرائط	۶۱
بچوں کو ہبہ	۶۳
ہبہ اور ہدیہ کی واپسی	۶۵
سات صورتوں میں ہبہ واپس لے لینا جائز نہیں ہے	۶۶
ہدیہ وصدقہ کی واپسی	۶۷
ا۔ ہبہ عمریٰ	۶۸
مسئلہ ہذا کی تفصیل	۶۸
۲۔ ہبہ رقبیٰ	۷۰
احکام شفعہ	۷۱
شفعہ کا لغوی معنی	۷۱
شفعہ کا اصطلاحی معنی	۷۱
متعلقہ اطلاحیں	۷۱
حق شفعہ	۷۱
شفعہ کے اسباب	۷۳
حق شفعہ صرف شریک کو حاصل ہوتا ہے	۷۴
حق شفعہ میں ترتیب	۷۶
شفعہ کے شرائط اور ضروری مسائل	۷۷
مسلم وغیر مسلم کا حق برابر ہے	۷۹
کسی حیلہ سے شفعہ کا حق گرانا	۷۹
ہبہ میں شفعہ نہیں ہے	۷۹
واہب کا اپنی ہبہ کردہ شی کو خریدنا	۸۰

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

احکامِ وقف

ہدیہ اور صدقہ وخیرات جیسے باعث ثواب مالی معاملات وتصرفات میں سے ایک وقف بھی ہے۔

لغوی معنی:۔

وقف کے لغوی معنی روک لینے قائم ساکن کر دینے کے ہیں اور یہ باب ضرب کا مصدر ہے۔جیسے وَقَفَ یَقِفُ وَقْفًا ای حَبَسَ یَحْبِسُ حَبْساً اوراس کا باب افعال بنا کر اوقفت کہنا شاذ لغت ہے۔

اصطلاحی معنی:۔

وقف (جمع : اوقاف) سے مراد ایک ایسی چیز ہے، جو خود کو قائم رکھتے ہوئے بعض منافع کے حصول کا ذریعہ بنتی ہے اور جس کی خرید وفروخت سے متعلق جملہ حقوق سے اس کا مالک کلی طور پر دست بردار ہو جاتا ہے اور یہ شرط لگا دیتا ہے کہ اس کا منافع مطلوبہ کارِ خیر پر صرف ہوتا رہے گا مگر وقف کا بنیادی مطلب وہ قانونی عمل ہے، جس کے ذریعے ایک شخص کسی چیز کو وقف کرتا ہے (وقف کا مترادف ہے تحبیس ، تسبیل یا تحریم) اور عام بول چال میں اس کا اطلاق شی موقوفہ پر بھی ہونے لگا ہے، جس کے لیے صحیح لفظ ''موقوف'' محبوس ''مُحَبَّس'' یا حبیس ہے۔

وقف کے بارے میں بڑے اہم اصول

۱۔ واقف (بانی وقف) کو اپنی جائداد کی فروخت کا پورا پورا حق حاصل ہو، لہٰذا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسے کامل ذہنی اور جسمانی قوی کا مالک ہونا چاہیے۔ وہ عاقل، بالغ اور حر (آزاد) ہو۔ مزید براں اسے شے موقوفہ کی بلا کسی قسم کی قید و پابندی کے ملکیت حاصل ہو۔ بنابریں غیر مسلموں کے اوقاف اسی صورت میں صحیح ہو سکتے ہیں، جبکہ وہ ایسے مقاصد کے لئے وقف کیے جائیں، جو اسلام اور اس کے مفادات کے ساتھ متصادم نہ ہوں۔

۲۔ شے موقوفہ (وقف کی جانے والی) مستقل (پائیدار) قسم کی چیز ہو اور اس سے منافع حاصل ہوتا ہو، گویا وہ بنیادی طور پر ایک صحیح اور قابل انتفاع جائداد ہو۔ منقولہ جائداد کے بارے میں اختلاف رائے ہے۔ احناف کے ایک گروہ کا خیال ہے کہ منقولہ جائداد وقف نہیں کی جاسکتی، لیکن فقہاء کی اکثریت، مثلاً شوافع اور مالکیہ، اس کو اصولاً درست سمجھتے ہیں، بشرطیکہ معاملہ ایسی چیزوں کا ہو، جو شریعت کی رو سے جائز معاہدے کا موضوع بن سکتی ہوں مثلاً: جانور اپنے دودھ اور اُون کے لیے درخت اپنے پھلوں کے لیے غلام اپنی محنت وخدمت کے لیے اور کتابیں پڑھنے اور مطالعہ کے لئے وقف کی جاسکتی ہیں مالکیہ کے نزدیک کسی شی سے حاصل ہونے والی ''منفعت' بھی وقف ہوسکتی ہے، مثلاً کسی قطعۂ اراضی کی پیداوار جو ایک عرصے کے لیے ٹھیکے پر دی گئی ہو (احناف میں سے امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ نے بھی بعض صورتوں میں جائداد منقولہ کا وقف درست تسلیم کیا ہے۔(ہدایہ: ج ۲: ص ۴۹۴)

۳۔ وقف کا مقصد صرف رضائے الٰہی (قربت خداوندی) ہونا چاہیے۔ اگرچہ یہ مقصد بعض اوقات نمایاں طور پر واضح نہیں ہوتا۔ وقف کی دو قسمیں ایک دوسرے سے بالکل ممیّز ہیں:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۱) وقف خیری

یعنی وہ اوقاف، جو خاص طور سے دینی مقاصد یا عامۃ الناس کے فائدے کے لیے ہوں، مثلاً (مساجد مدارس، شفا خانے، پل، ذخائر آب وغیرہ)

(۲) وقف اہلی یا ذری

یعنی خاندان کے لیے وقف کردہ اوقاف، مثلاً: بیٹیوں، پوتوں یا دوسرے اعزہ و اقارب کے لیے یا دوسرے اشخاص کے لیے، لیکن ایسے اوقاف کی غایت بھی قربت (رضائے الٰہی) ہونی چاہیے (مثلاً مذکورہ بالا اشخاص کی امداد و دستگیری کے لیے جبکہ وہ خود بے مایہ ہوں)۔ خود اپنے لیے وقف باطل ہے (مگر امام ابو یوسفؒ کے نزدیک درست ہے)۔

۴۔ وقف کے لیے تحریری ہونا ضروری نہیں، اگرچہ عملاً عام طور پر ایسا ہی ہوتا ہے۔ واقف کو نہایت وضاحت (صفائی) کے ساتھ اپنی خواہش کا اظہار وَقَفْتُ یا حَبَّسْتُ، یا سَلَّبْتُ کہہ کر کرنا چاہیے کہ یہ نہ تو فروخت ہو سکتی ہے۔ نہ ہبہ کی جا سکتی ہے۔ اور نہ بطور میراث تقسیم کی جا سکتی ہے۔ (یہ فقرہ اوقاف کی جملہ دستاویزات میں پایا جاتا ہے، دیکھئے امام شافعیؒ کی دستاویز وقف در کتاب الام ج ۳ ص ۲۸۱ تا ۲۸۳: اس اضافے یا وضاحت کے بغیر یہ صرف صدقہ ہوگا)۔ واقف کو مزید براں مقصد وقف نہایت صحت و صفائی کے ساتھ بیان کرنا چاہیے نیز اسے یہ بھی واضح کرنا چاہیے کہ وہ کس غرض سے اور کس کے حق میں وقف کر رہا ہے۔ فقہ کی کتابوں میں نہایت تفصیل کیساتھ وہ تمام تراکیب اور جملے اپنے پورے معانی کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں، جو وقف کی اغراض و مقاصد کو بیان کرنے کے لیے استعمال میں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لائے جاتے ہیں۔

۵۔ ایک جائز وقف کی تکمیل کے لیے مندرجہ ذیل مزید شرائط کا پورا کرنا لازمی ہے

(ا) اس کے لیے مؤبد (یعنی دائمی) ہونا ضروری ہے۔جس کا منافع مخصوص یا معین افراد کے حق میں وقف ہونے کی صورت میں، ان کی موت کے بعد غربا میں تقسیم کر دیا جاتا ہے۔لہٰذا یہ ناقابل انتقال بھی ہوتا ہے۔

(ب) اس پر فوراً عمل درآمد شروع ہو جانا چاہیے۔ اس میں التوا و تاخیر کی کوئی شرط نہیں ہونی چاہیے (منجز)، بجز واقف کی موت کے، لیکن اس صورت میں، نیز وصیت کی صورت میں، بانی اپنی جائداد کے صرف ایک ثلث کو وقف کر سکتا ہے۔

(ج) یہ ''عَقد لازم ''یعنی ناقابل فسخ قانونی معاہدہ ہوتا ہے، لیکن امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک (مگر ان کے تلامذہ اور متاخرین احناف کے نزدیک نہیں) وقف قابل فسخ ہے الا یہ کہ وہ واقف کی وفات کے ساتھ مشروط ہو، یعنی اس صورت میں امام صاحبؒ کے نزدیک بھی قابل انفساخ نہیں ہے۔

(السرخسی: مبسوط، ج ۱۲ ص ۲۷)

(د) احناف میں (نیز ابن ابی لیلی کے نزدیک السرخسی، ج ۱۲ ص ۳۵) اور امامیہ میں وقف کی ''تسلیم'' بھی ضروری ہے، یعنی ان لوگوں کو اس کی اطلاع پہنچانا بھی ضروری ہے، جن کے حق میں وقف ہوا ہے یا کم از کم اس کے ناظم کو، مگر امام ابو یوسفؒ اور دوسرے ائمہ کے نزدیک ایسا کرنا ضروری نہیں، کیونکہ ان کے نزدیک واقف کی خواہش کے اعلان (قول) کے ساتھ ہی وقف مکمل ہو جاتا ہے۔ وقف عامہ (مسجد یا قبرستان وغیرہ) کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صورت میں ایک شخص کے اسے استعمال کر لینے سے بھی تسلیم ہو جاتی ہے۔ اس کے برعکس مندرجہ بالا شروط مالکیہ کے ہاں لازمی نہیں ہیں۔ مثلاً وقف کی تنسیخ کا حق نہ صرف واقف ہی کو حاصل ہے بلکہ اس کے ورثا کو بھی اختیار تنسیخ ہے۔ (خلیل، ج ۳ ص ۵۶۰ تا ۵۶۱)

۶۔ قانون جائداد میں وقف کی حیثیت سے متعلق آراء مختلف ہیں۔ فقہاء کی ایک جماعت (یعنی امام محمد الشیبانیؒ، امام ابو یوسفؒ اور متاخرین احناف نیز امام شافعیؒ کے مطابق واقف کا حق تملیک ختم ہو جاتا ہے، عام طور پر کہا جاتا ہے کہ وہ اللہ کی طرف منتقل ہو جاتا ہے، مگر اس سے قانونی طور پر مقصود (وقف کر دینے کے بعد) دراصل مالک یا کسی بندے کے استحقاق تملیک کا ختم کرنا ہے۔ دوسرے گروہ (یعنی امام ابو حنیفہؒ نیز اس کے لیے دیکھئے: امام شافعیؒ کی کتاب الام ج ۳ ص ۲۷۵) اور مالکیہ کے مطابق واقف اور اس کے ورثاء کا حق تملیک (اصولاً) باقی رہتا ہے، مگر وہ اس حق تملیک کو استعمال نہیں کر سکتے۔ ان فقہاء کے نزدیک وقف برائے مسجد کی صورت میں یہ حق تملیک اس وقت (قطعاً) ختم ہو جاتا ہے، جب کسی ایک شخص نے بھی اس میں صلوٰۃ (نماز) ادا کر لی۔ تیسری رائے (بعض شوافع اور امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک) حق تملیک موقوف علیہ کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ (دیکھئے مثلاً الشیرازی: کتاب التنبیہ، ص ۱۶۴)، مگر تمام فقہا کے نزدیک بالاتفاق منفعت کا حق تملیک موقوف علیہ ہی کو حاصل ہوتا ہے۔

۷۔ وقف کا نظم و نسق ناظم، قیم یا متولی کے ہاتھ میں ہوتا ہے جو اپنی خدمات کے صلے میں مشاعرہ لے سکتا ہے پہلے ناظر (قیم) کو واقف

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خود مقرر کرتا ہے، اکثر صورتوں میں واقف خود ہی ناظر بن جاتا ہے (مگر مالکیوں کے نزدیک اس سے وقف باطل ہو جاتا ہے)۔ دراصل نگرانی کا حق صرف قاضی کو حاصل ہوتا ہے۔ وہی ناظر مقرر کرتا ہے، اگر ضرورت ہو تو وہ ناظر یا ناظروں کو برطرف بھی کر سکتا ہے (مثلاً فرائض کی ادائیگی میں غفلت یا کوتاہی کی بناء پر)۔ نظم و نسق کی نوعیت وقف کی آمدنی (منفعت) کا محل استعمال ان شرائط پر موقوف ہوتا ہے جو واقف نے طے کر دی ہوں، لیکن وقف کی آمدن کو سب سے پہلے تو وقف کی عمارات وغیرہ کی دیکھ بھال میں صرف کرنا چاہیے اور جو اس سے بچ رہے تو صرف وہی موقوف علیھم کو مل سکتا ہے اراضی اور مکانات کے پٹے سے متعلق معاہدات زیادہ سے زیادہ تین سال کی مدت کے لیے کیے جا سکتے ہیں۔

۸۔ وقف کا اعدام (اختتام) اگر واقف اسلام کو ترک کر دے تو وقف باطل ہو جاتا ہے اور موقوفہ جائداد کی ملکیت کا حق اس کے ورثاء کی طرف منتقل ہو جاتا ہے اس طرح وہ اوقاف جن کا مقصد وقف فوت ہو جائے وہ قانونی جائداد کی رُو سے صورتِ حال کے متعلق قائم شدہ خیال کے مطابق جائز وارثوں کو مل جاتا ہے (مالکیوں کے ہاں یہ صرف اس صورت میں ممکن ہے جب کہ ورثاء غریب و نادار ہوں) یا وہ صرف غربا پر استعمال ہونے چاہئیں یا رفاہِ عامہ میں صرف ہونے چاہئیں لیکن کسی صورت میں بھی حکومت وقت انہیں ضبط نہیں کر سکتی۔(اردو دائرہ المعارف ص ۴ ج ۲۳)

وقف ان اچھے اور نیک کاموں میں سے ہے جس کے ذریعہ انسان اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

موت کے بعد انسان کے تمام اعمال اس سے منقطع ہو جاتے ہیں مگر تین اعمال ایسے ہیں جن کا ثواب اس کو برابر ملتا رہے گا۔(صِدَقَةٍ جَارِيَةٍ اَوْعِلْمٍ يُنْتَفَعُ اَوْوَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُوْلَهُ (مسلم ج ۱۱: ص ۸۴)

(۱) صدقہ جاریہ۔

(۲) علم جس سے لوگ فائدہ اٹھائیں۔

(۳) نیک اور صالح اولاد جو اس کے لیے دعا کرے۔

ایسے اعمال جن کا تعلق دنیاوی زندگی سے ہوتا ہے ان کے اثرات مرنے کے بعد دنیا ہی میں ختم ہو جاتے ہیں مثلاً نماز، روزہ وغیرہ ایسے اعمال ہیں جو انسان کی زندگی میں ادا ہوتے تھے گو کہ ان کا ثواب بایں طور باقی رہتا ہے کہ وہ ذخیرہ آخرت ہو جاتے ہیں اور مرنے کے بعد اس پر جزا ملتی ہے مگر ان کا سلسلہ مرنے کے بعد آیندہ جاری نہیں رہتا۔ کیونکہ زندگی میں جب تک یہ اعمال ہوتے تھے اس کا ثواب ملتا رہتا تھا جب زندگی ختم ہوگئی تو یہ اعمال بھی ختم ہو گئے اور جب یہ اعمال ختم ہو گئے تو اس پر جزا و سزا کا ترتب بھی ختم ہو گیا۔ لیکن کچھ اعمال ایسے بھی ہیں جن کے ثواب کا سلسلہ نہ صرف یہ کہ زندگی میں ملتا ہے۔ بلکہ مرنے کے بعد باقی و جاری رہتا ہے۔ ایسے ہی اعمال کے بارہ میں اس حدیث میں ارشاد فرمایا جا رہا ہے کہ تین اعمال ایسے ہیں کہ زندگی ختم ہو جانے کے بعد بھی ان کے ثواب کا سلسلہ برابر جاری رہتا ہے۔ اور مرنے والا برابر اس سے متنفع ہوتا رہتا ہے۔

پہلی چیز صدقہ جاریہ ہے، یعنی اگر کوئی شخص خدا کی راہ میں زمین وقف کر گیا ہے یا کنواں و تالاب بنوایا گیا ہے یا ایسے ہی مخلوق خدا کے فائدہ کی خاطر کوئی دوسری چیز اپنے پیچھے چھوڑ گیا ہے تو جب تک یہ چیزیں قائم رہیں گی اور لوگ اس سے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فائدہ اٹھاتے رہیں گے اس کو برابر ثواب ملتا رہے گا۔

دوسری چیز علم نافع ہے یعنی کسی ایسے عالم نے وفات پائی جو اپنی زندگی میں لوگوں کو اپنے علم سے فائدہ پہنچاتا رہا اور پھر اپنے علوم و معارف کو کسی کتاب کے ذریعہ محفوظ کر گیا جو ہمیشہ لوگوں کے لیے فائدہ منداور رشد و ہدایت کا سبب بنی ہے یا کسی ایسے شخص کو اپنا شاگرد بنا گیا جو اس کے علم کا صحیح وارث ہے جس سے لوگ فائدہ اٹھا سکتے ہیں تو یہ سب چیزیں ایسی ہیں جو زندگی ختم ہونے کے بعد اس کے لیے سرمایۂ وسعادت ثابت ہوں گی اور جن کا ثواب اسے وہاں برابر ملتا رہے گا۔

تیسری چیز اولادِ صالح ہے ظاہر ہے کسی انسان کے لیے سب سے بڑی سعادت اور وجہ افتخار اس کی اولاد صالح ہی ہوتی ہے۔ اس لیے کہ صالح اولاد نہ صرف یہ کہ ماں باپ کے لیے دنیا میں سکون و راحت کا باعث بنتی ہے بلکہ ان کے مرنے کے بعد ان کے لیے نجات اور ذریعہ فلاح بھی بنتی ہے اور وہ اس طرح سے کہ لائق و نیک لڑکا اپنے والدین کے لیے دعائے مغفرت کرتا ہے، اور ان کی طرف سے خیرات و صدقات کرتا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ سب چیزیں مردہ کے لیے ثواب کا باعث ہیں جن سے وہ آخروی زندگی میں کامیاب ہوتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ راوی ہیں کہ سرکار دو عالمؐ نے فرمایا:

''مومن کو اس کے جس عمل یا جن نیکیوں کا مرنے کے بعد ثواب پہنچتا ہے اس میں ایک تو علم ہے جس کو اس نے سیکھا اور رواج دیا تھا، دوسرا نیک اولاد ہے جس کو اپنے بعد چھوڑا۔ تیسرا قرآن ہے جو وارثوں کے لیے چھوڑا ہو چوتھی مسجد ہے جس کو اپنی زندگی میں بنایا گیا ہو، پانچواں مسافر خانہ ہے جس کو اس نے تعمیر کیا ہو چھٹی نہر ہے جس کو اس نے جاری کیا ہو..........اور ساتویں وہ خیرات ہے جس کو

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس نے اپنی تندرستی اور زندگی میں اپنے مال سے نکالا ہو، ان تمام چیزوں کا ثواب اس کے مرنے کے بعد اس کو پہنچتا ہے"۔ (مشکوٰۃ: ص ۳۶)

قرآن کے حکم میں شرعی کتابیں بھی داخل ہیں، اس طرح مسجد کے حکم میں علماء کے قائم کردہ مدرسے جو اشاعت دین کے لیے ہوں شامل ہیں یعنی ان سب کا ثواب بھی مرنے کے بعد برابر پہنچتا رہتا ہے۔

دوسری احادیث میں کچھ مزید خصال کا بھی ذکر آیا ہے جنہیں ان مذکورہ خصال کے ساتھ ملایا جائے تو دس ہو جاتی ہیں جنہیں امام سیوطیؒ نے اشعار میں بھی نظم کیا ہے۔

وقف کی ابتداء، تاریخ اور اہمیت

حضرت شاہ ولی اللہؒ حجۃ اللہ البالغہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

عرب کے لوگ رسولؐ اللہ سے پہلے وقف کے تصور اور طریقہ سے واقف نہیں تھے، آپ ہی نے اللہ تعالیٰ کی ہدایت و رہنمائی سے اس کی تعلیم و ترغیب دی۔

رسولؐ اللہ اور آپ کے صحابہؓ کرامؓ نے مساجد، زمین، کنوئیں باغات اور گھوڑے وقف کیے اور اس وقت سے لے کر آج تک مسلمان اس پر عمل پیرا ہیں ذیل میں عہد رسالت کے چند اوقاف کی مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

۱۔ جب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو وہاں نماز کے لیے مسجد کی ضرورت تھی انصار مدینہ میں بنونجار قبیلہ کے پاس ایک جگہ تھی وہاں کچھ کھجور کے درخت بھی تھے آپ نے اس کو مسجد کے پسند فرمایا اور بنونجار سے کہا کہ یہ قطعہ زمین مجھے مسجد کے لیے قیمتاً دے دو تو انہوں نے کہا **واللہ لا نطلب ثمنہ الا الی اللہ تعالیٰ** ہم اس کی قیمت آپؐ سے نہیں اللہ تعالیٰ سے لیں گے چنانچہ آپ نے ان کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وقف کردہ جگہ پر مسجد بنائی جس کو مسجد نبوی کہتے ہیں۔

(۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرامؓ جب مکے سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے تو وہاں میٹھے پانی کی بڑی کمی تھی، شہر کے جس حصے میں آپؐ اور مہاجرین آباد تھے اس میں صرف ایک کنواں (بئر رومہ) تھا جو ایک شخص کی ملکیت تھا جس کا پانی وہ بہ قیمت دیتا تھا آپؐ نے اس سے کہا کہ ''تم اس کو عام لوگوں کی رفاہ کے لیے وقف کردو اللہ اس کا بدلہ جنت میں دے گا''۔ اس نے عرض کیا۔ ''یارسولؐ اللہ! میرے اور میرے اہل وعیال کی پرورش کے لیے اس کے علاوہ کوئی اور ذریعہ نہیں ہے''۔ اس کے بعد آپؐ نے فرمایا کہ جو شخص اس کو خرید کر عام مسلمانوں کے لیے وقف کردے تو اللہ اس کا اجر جنت میں عطا کرے گا، یہ ارشاد حضرت عثمان غنیؓ تک پہنچا تو انہوں نے ۳۵ ہزار درہم دے کر کنواں اس کے مالک سے خرید لیا اور آپؐ کی خدمت میں آکر اس کی خبر دیدی۔ آپؐ نے فرمایا ''جَعَلْتُهَا لِلْمُسْلِمِيْنَ'' میں نے اس کو عام مسلمانوں کے لیے وقف کردیا۔ (المنتقی)

اسی سلسلہ کی ایک دوسری روایت ملاحظہ فرمائیں۔

ثمامہ بن حزن قشیری (تابعی) نے بیان کیا کہ میں اس وقت حضرت عثمان غنیؓ کے گھر کے قریب موجود تھا (جب باغیوں کے لشکر نے ان کے گھر کا محاصرہ کرلیا تھا) تو انہوں نے مکان کے اوپر سے ان کو دیکھا اور مجمع سے مخاطب ہو کر کہا، میں تم کو اللہ کا اور اسلام کا واسطہ دیتا ہوں اور تم سے پوچھتا ہوں کہ کیا یہ بات تمہارے علم میں ہے کہ رسولؐ اللہ مدینہ تشریف لائے تو ''بئر رومہ'' کے علاوہ میٹھے پانی کا کوئی کنواں نہیں تھا (اور وہ کسی شخص کی ملکیت تھا) تو رسولؐ اللہ نے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرمایا...... کوئی ہے اللہ کا بندہ جو بئر رومہ کو خرید کے عام مسلمانوں کے لیے وقف کردے کہ اس کی طرح عام مسلمانوں کو اس سے پانی لینے کا حق ہو، اور اللہ تعالیٰ جنت میں اس کو اس سے بہتر دے، تو میں نے اپنی ذاتی رقم سے اس کو خرید لیا (اور وقف عام کر دیا) اور آج تم مجھے اس کا پانی بھی نہیں پینے دیتے اور مجبور کرتے ہو کہ سمندر کا کھاری پانی پیوں...... لوگوں نے جواب دیا کہ ہاں خداوندا! (ہم کو اس کا علم ہے) اس کے بعد حضرت عثمانؓ نے کہا کہ میں تم کو اللہ کا اور اسلام کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تمہیں اس بات کا علم ہے کہ مسجد نبوی نمازیوں کے لیے بہت تنگ ہو گئی تھی تو رسولؐ اللہ نے ایک دن فرمایا کہ اللہ کا کوئی بندہ ہے جو فلاں گھرانے کی زمین کا قطعہ (جو مسجد کے قریب ہے) خرید کر کے مسجد میں شامل کر دے، تو اس کے عوض اللہ تعالیٰ جنت میں اس سے بہتر اس کو عطا فرمائے گا، تو میں نے اپنی ذاتی رقم سے اس کو خرید لیا تھا (اور مسجد میں شامل کر دیا تھا) اور آج تم لوگ مجھے اس میں دو رکعت نماز بھی نہیں پڑھنے دیتے ہو...... تو انہوں نے اس کے جواب میں کہا کہ خداوندا!! یہ بھی ہمارے علم میں ہے، اس کے بعد حضرت عثمانؓ نے کہا کہ کیا تم لوگوں کو اس کا علم ہے کہ (رسول اللہؐ کی ترغیب وایماء پر) تبوک کے لشکر کا ساز و سامان میں نے اپنی ذاتی رقم سے کیا تھا؟ انہوں نے کہا خداوند یہ بھی ہمارے علم میں ہے۔

اس کے بعد حضرت عثمان غنیؓ نے کہا کہ میں خدا کا اور اسلام کا واسطہ دے کر تم سے پوچھتا ہوں کہ کیا یہ واقعہ تمہارے علم میں ہے کہ رسولؐ اللہ ایک دن مکہ کے پہاڑ ثبیر پر تھے اور آپ کے ساتھ ابو بکرؓ اور عمرؓ تھے اور میں بھی تھا تو پہاڑ ہلنے لگا یہاں تک کہ کچھ پتھر اس کے نیچے گر گئے تو آپ نے اس پر اپنے قدم شریف سے ضرب لگائی اور فرمایا کہ ثبیر ساکن ہو جا! تیرے اوپر ایک نبی ہے، ایک صدیق ہے اور دو شہید

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں..........(حضرت عثمان غنیؓ کی اس بات کے جواب میں بھی) لوگوں نے کہا کہ خداوند ہاں ہم کو اس کا بھی علم ہے..............اس وقت حضرت عثمان غنیؓ نے کہا ''اللہ اکبر رب کعبہ کی قسم یہ لوگ بھی اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ میں شہید ہوں''۔ یہ بات حضرت عثمان غنیؓ نے تین دفعہ فرمائی۔(ترمذی: ج ۵ ص ۶۲۷)

اس حدیث میں حضرت عثمان کے دو وقفوں کا ذکر ہے جو رسول اللہؐ کی ترغیب اور اپیل پر آپ نے کیے۔ پہلے بئر رومہ کا وقف جو غالباً اسلام میں سب سے پہلا وقف ہوگا کیونکہ وہ اس وقت عمل میں آیا جب رسولؐ اللہ ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے، اس سے پہلے مکہ معظّمہ میں کسی وقف کا تصور ہی نہیں کیا جا سکتا۔ دوسرا وقف اس زمین کا جو انہوں نے خرید کر مسجد نبوی میں شامل کی۔

اس حدیث میں عبرت کا بڑا سامان ہے، حضرت عثمان کے ان فضائل و مناقب اور ان کارناموں سے اور ان بشارتوں سے جو رسولؐ اللہ نے ان کے حق میں دی تھیں۔ ان کے زمانہ کے لوگ عام طور سے واقف تھے اور یہ باتیں ایسی مشہور و مسلم تھیں کہ کسی کو انکار کی مجال نہیں تھی لیکن جن لوگوں پر شیطان سوار تھا اور جن کے لیے شقاوت مقدر ہو چکی تھی انہوں نے اس سب کے باوجود حضرت عثمان کو نہایت ظالمانہ طریقہ سے شہید کیا......اور پھر امت پر اس کا اجتماعی عذاب یہ آیا کہ باہم قتل و قتال کا ایک لامتناہی سلسلہ چل پڑا حضرت سعدؓ بن عبادہ سے ایک روایت اس طرح آتی ہے۔

قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اَمِّیْ مَا تَتْ فَاَیُّ الصَّدَقَةِ اَفْضَلُ؟ قَالَ اَلْمَاءُ فَحَفَرَ بِئْرًا وَقَالَ هٰذِهٖ لِاُمِّ سَعْدٍ. (ابو داؤد: ج ۱ ص ۲۴۳)

میں نے رسولؐ اللہ کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت! میری والدہ کا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انتقال ہو گیا ہے، (میں ان کے لیے کچھ صدقہ کرنا چاہتا ہوں) تو کونسا صدقہ زیادہ بہتر اور زیادہ ثواب کا ذریعہ ہوگا؟ آپ نے فرمایا پانی (یعنی کہیں کنواں بنوا دینا اور اس کو وقف عام کر دینا جس سے اللہ کے بندے اپنی پینے وغیرہ کی ضرورتوں کے لیے پانی حاصل کرتے رہیں) چنانچہ انہوں نے ایک کنواں کھدوا اور بنوا دیا اور کہا کہ یہ میری والدہ ام سعد کے لیے ہے (کہ اس کا ثواب ان کو پہنچتا رہے)۔

اس واقعہ کی بعض روایات میں یہ تفصیل ذکر کی گئی ہے کہ حضرت سعدؓ بن عبادہ کی والدہ کا جب انتقال ہوا تو وہ سفر میں تھے، سفر سے واپسی پر وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میری عدم موجودگی میں میری والدہ کا انتقال ہو گیا، میرا خیال ہے کہ اگر میں موجود ہوتا تو وہ اپنی آخرت کے لیے صدقہ وغیرہ کی وصیت کرتیں۔ اب میں ان کے ایصال ثواب کے لیے صدقہ کرنا چاہتا ہوں تو کس طرح کا صدقہ بہتر اور ان کے حق میں زیادہ ثواب کا باعث ہوگا؟ آپؐ نے ان کو کنواں بنوا دینے کا مشورہ دیا۔ چنانچہ انہوں نے ایسی جگہ پر جہاں اس کی ضرورت تھی کنواں بنوایا اور اپنی والدہ کے نام پر یعنی ان کے ایصال ثواب کے لیے اس کو وقف کر دیا...... بعض روایات میں باغ وقف کرنے کا بھی ذکر ہے، ہو سکتا ہے کہ اسی باغ میں کنواں بنوایا ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں اور آپ کی ہدایت پر وقف کی یہ دوسری مثال ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ کسی مرنے والے کو ثواب پہنچانے کی نیت سے کوئی نیک کام کرنا صحیح ہے اور ایصال ثواب کا نظریہ برحق ہے اور اصولی درجہ میں اس پر آئمہ اہلِ سنت کا اتفاق ہے۔

حضرت عبداللہؓ بن عمر اپنے والد حضرت عمرؓ کے بارے میں ایک حدیث

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ (آل عمران : ۹۲)

''یعنی جب تک تم ان چیزوں کو جو تمہیں عزیز ہیں راہ خدا میں صرف نہ کرو گے نیکی حاصل نہ کرسکو گے۔''

کی تعمیل میں حضرت ابوطلحہؓ نے اپنا نہایت پسندیدہ قطعہ زمین بئر روحاء اور باغ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا تھا، جہاں رسول پاکؐ سایہ تلے آرام کرنے اور پانی پینے کے لیے تشریف لے جایا کرتے تھے۔ یہ باغ مدینہ منورہ میں تھا، جہاں بعد میں حضرت معاویہؓ نے قصر بنی حدیلہ تعمیر کرایا تھا (دیکھئے ۔۔۔ ج ا ص ۴۸۳)

مگر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں یہ قطعہ واپس کردیا اور فرمایا کہ اسے اپنے اعزہ واقارب پر وقف کردو۔ اس پر حضرت ابوطلحہؓ نے یہ باغ حضرت ابی بن کعب اور حضرت ابیؓ اور حسانؓ بن ثابت کو بطور صدقہ دے دیا۔ (بخاری ج ۳ ص ۱۰۱۴)

حضرت خالدؓ بن ولید کی حدیث میں ذکر ہے کہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جب حضرت خالدؓ کے بارے میں زکوٰۃ کی وصولی کرنے والوں نے شکایت کی تو آپ نے فرمایا۔

أما خالد فقد احتبس ادراعه وأعتاده في سبيل الله.

خالدؓ نے تو اپنا تمام جنگی سامان اللہ کی راہ میں وقف کردیا ہے (اب تم اس سے زکوٰۃ ۔۔۔ چیز کی لینا چاہتے ہو)۔

مذکورہ ارشادات ۔۔۔ کئی اہم باتیں معلوم ہوئیں جن کو بیان کیا جاتا ہے:

ا۔ پہلی بات یہ معلوم ہوئی کہ ایک ۔۔۔ کو صدقہ دے دینے کا ثواب محدود ہوتا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے لیکن رفاہِ عام کے لیے اپنی چیز کو وقف کر دینا یا رفاہ عام کے لیے کوئی چیز بنوا کر یا ایسا کام کر کے جس کا فائدہ دو چار افراد کو نہیں بلکہ بے شمار افراد کو پہنچے چھوڑ جانا اجر کا سبب ہے، اس کا ثواب اس وقت تک قائم رہتا ہے جب تک وہ چیز قائم رہتی ہے مثلاً کسی جگہ مدرسہ قائم کیا۔ کتاب خانہ کھول دیا تو جب تک لوگ ان اداروں سے فیض پاتے رہیں گے ان کے ...... اس عمل کا ثواب پہنچتا رہے گا۔ اجر و ثواب کے لیے دو شرطیں ضروری ہیں۔ ایک یہ کہ خالص رضائے الٰہی ہو، نام و نمود اور شہرت کی خواہش اصل مقصود نہ ہو، ویسے یہ چیزیں خود بخود حاصل ہو جائیں تو انہیں محض اللہ کا فضل سمجھا جائے۔ دوسری شرط یہ ہے کہ موقوفہ چیز صحیح معنی میں فائدہ بخش ہو یعنی انسان کی مادی دنیاوی ضرورت کو اس طرح پوری کرنی کہ اخلاق و کردار میں بگاڑ نہ آنے پائے۔ اگر یہ دونوں باتیں نہ ہوں گی تو وہ چیز جب تک رہے گی ثواب کے بجائے گناہ کا اضافہ واقف کے نامہ اعمال میں ہوتا رہے گا۔ ارشادِ نبویؐ ہے کہ:

جو شخص اچھا طریقہ رائج کر جائے گا تو جو لوگ اس پر چلیں گے ان کا ثواب اس کو ملتا رہے گا، اور جو لوگ بری راہ دکھا جائیں گے ان کی گردن پر ان لوگوں کا عذاب بھی ڈال دیا جائے گا۔

اگر آپ نے شفا خانہ بنانے کے بجائے سینما ہاؤس بنا کر وقف کر دیا تعلیم گاہ بنائی لیکن مشرکانہ و ملحدانہ تعلیم کا دروازہ بھی کھلا رکھا تو جتنا عذاب سینما دیکھنے والوں اور طالب علموں کے مشرکانہ و ملحدانہ خیالات سے ان پر ہوگا اسی کے بقدر عذاب آپ کی گردن پر بھی ہوگا۔

www.KitaboSunnat.com
محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۔ دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ آدمی جو چیز صدقہ کر کے یا وقف کر کے دیتا ہے وہ ایسی چیز ہو جس سے اس کا دلی لگاؤ اور محبت بھی ہو۔ اگر آپ کے پاس کئی مکان ہیں اور ایک مکان وقف کرنا چاہتے ہیں یا کئی زمینیں ہیں اور ان میں سے ایک کو وقف کرنا چاہتے ہیں تو وہ مکان اور وہ زمین وقف کیجئے جو آپ کے نزدیک سب سے عمدہ اور پسندیدہ ہو کیونکہ اللہ کی رضا گھٹیا اور ردی چیز سے حاصل نہیں کی جا سکتی اور نہ اس کا ثواب ملتا ہے۔ اسی طرح اگر آپ کا ایک ہی بچہ ہے اور اس سے آپ کو شدید محبت ہے تو آپ کی دینداری اور اسلامی حس کا تقاضا ہے کہ اس کو غیر دینی اور اخلاق کو بگاڑنے والی تعلیم نہ دلائیں بلکہ دینی اور خدا پرستانہ تعلیم دلائیں، ایسے ہی بچے کی دعا اور اس کا عمل آپ کے لیے صدقہ جاریہ ہو سکے گا، غلط تعلیم و تربیت پا کر جو لڑکا جوان ہو گا وہ نہ تو صالح اعمال والا ہو گا کہ اس کے نیک اعمال کا ثواب آپ کو ملے اور نہ وہ آپ کے حق میں دعا کر سکے گا

۳۔ تیسری بات یہ کہ جو چیز آپ وقف کریں اس کی نگرانی ایسے لوگوں کے سپرد ہونا چاہیے جو امانت داری سے اس رفاہی کام میں خرچ کریں جس کے لیے آپ نے وقف کیا ہے جو شخص خود نگرانی کا خواہاں ہو اسے یہ امانت نہ سونپی جائے اور نہ فاسق کو اس کام پر رکھا جائے جو اسلامی احکام کا پابند نہ ہو۔ یہ دونوں باتیں یا ایک بھی جس کسی میں پائی جائے اس کو متولی بنانا صحیح نہ ہوگا۔

وقف کا حکم

آدمی جب اپنی زبان سے کہہ دے کہ فلاں چیز میں نے وقف کر دی تو اب وقف ہو گئی اس نے کوئی زمین قبرستان کے لیے دیدی اور اس میں کسی میت کو دفن کر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیا گیا تو یہ زمین وقف ہوگئی، وقف دو طرح کا ہوتا ہے ایک یہ کہ آدمی اس کو خدا کے لئے وقف کر دے اور اس کے بعد اس سے خود کوئی فائدہ نہ اٹھائے، دوسری صورت یہ کہ وہ یہ شرط لگا دے کہ میں اپنی زندگی بھر اس سے فائدہ اٹھاؤں گا اور میرے بعد یہ عام مسلمانوں کی رفاہ کے لیے ہوگا یا میرے بعد میری اولاد اس کے کچھ حصے سے فائدہ اٹھائے گی باقی رفاہ عام کے لیے ہوگا تو دونوں صورتوں میں موقوف پر واقف کا کوئی حق نہیں رہتا۔ وہ اللہ کی ہوگئی اب نہ وہ اس کو بیچ سکتا ہے اور نہ ہبہ کر سکتا ہے۔ نہ رہن رکھ سکتا ہے نہ اس میں وارثت جاری ہوسکتی ہے، البتہ اگر اپنے یا اپنی اولاد کے لیے جس قدر اور جس عرصے تک فائدہ اٹھانے کی قید لگا دی ہے تو اس کے بقدر وہ فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ (ہدایہ)

وقف کے صحیح ہونے کے لیے شرط

وقف کے صحیح انعقاد کے لیے دو باتوں میں سے کسی ایک کا ہونا ضروری ہے

۱۔ ایسا فعل جس سے وقف ثابت ہوتا ہو مثلاً مسجد بنا دی اور اس میں اذان شروع کرا دی مسجد ایسا وقف ہے جس میں سب مسلمانوں کو نماز پڑھنے کی اجازت ہے۔

۲۔ دوسری شرط یہ ہے کہ آدمی اپنے زبان سے کہدے کہ میں نے فلاں چیز وقف کر دی اور زبان سے کہنا بھی دو طرح کا ہوتا ہے صریح الفاظ سے یا اشارہ کنایہ سے جب وقف کرنے والے نے وقف کر دیا تو وقف لازم اور پکا ہوگیا اب نہ تو اس کو بلا ضرورت و حاجت بیچ سکتا ہے اور نہ ہبہ کر سکتا ہے اور نہ اس میں وراثت جاری ہوسکتی ہے اور وقف کرنے والے کے لیے یہ شرط بھی ہے کہ وہ عاقل و بالغ آزاد ہو اور با اختیار ہو اور وقف کے صحیح ہونے کے لیے موقوف علیہ کا قبول کرنا شرط نہیں ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وقف معلق بالموت

اگر کوئی شخص یوں کہہ دے کہ میرا مکان یا زمین میرے مرنے کے بعد وقف ہے۔تو یہ وقف درست ہے، کیونکہ یہ دیگر وصایا میں سے ایک قسم کی وصیت ہےاور وصیت کے جائز ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔

موقوف چیز کی ملکیت

اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔کہ جب موقوف چیز کی ملکیت واقف کی ملکیت سے نکل گئ تو پھراس پر کس کی ملکیت ہے؟ علماء شافعیہ کا راجح مذہب یہ ہے کہ اس کی ملکیت اللہ تعالیٰ کی طرف منتقل ہو جاتی ہے اللہ کے سوا اس کا کوئی مالک نہیں ہوتا امام مالکؒ اور امام احمدؒ کا مسلک یہ ہے کہ موقوف چیز کی ملکیت موقوف علیہ کی طرف منتقل ہو جاتی ہے۔

کن چیزوں کا وقف صحیح اور کن کا غیر صحیح ہے

غیر منقولہ چیزیں مثلاً زمین، مکان وغیرہ اور منقولہ چیزیں مثلاً قرآن پاک، کتابیں، ہتھیار، حیوان وغیرہ اسی طرح ہر اس چیز کا وقف کرنا صحیح ہے جس کی بیع ہو سکے اور اس سے فائدہ اٹھانا جائز ہو جب کہ اصل چیز باقی رہے جو اشیاء استعمال کرنے سے ختم ہو جائیں یا جلدی خراب ہو جائیں یا ان کی خرید وفروخت ہی شرعی طور پر جائز نہ ہو تو ایسی چیزوں کا وقف کرنا درست نہیں ہے۔

وقف میں موقوف علیہ کا متعین ہونا ضروری ہے۔

مصر کے مشہور محقق سید سابق فرماتے ہیں:

ولا یصح الوقف الا علی من یعرف کو لدہ واقاربہ ورجل معین او علی برٍ کبناء المساجد والقناطر وکتب الفقہ والعلم والقرآن.

(فقہ السنۃ ج ۳:ص ۵۲۳)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وقف کسی متعین شخص یا جگہ کے بغیر جائز نہیں ۔ مثلاً اپنی اولاد یا اپنے عزیز واقارب یا مسجد اور پل وغیرہ کے بنانے کے لیے یا دینی کتب کی اشاعت کے لیے اگر کسی شخص نے بغیر تعین کے کسی مرد یا عورت یا کسی گناہ کے کام پر وقف کر دیا تو وقف صحیح نہ ہوگا۔ اگر کسی شخص نے اپنی اولاد پر کوئی چیز وقف کی تو اس میں پوتے پڑوتے بھی شامل ہوں گے اسی طرح بیٹی کی اولاد بھی اس میں شامل ہوگی کیونکہ حدیث میں آیا ہے۔

اِبْنُ اُخْتِ الْقَوْمِ مِنْهُمْ

قوم کا بھانجا اسی قوم میں شمار ہوتا ہے۔

ذمی پر وقف

جس طرح ذمیوں پر صدقہ جائز ہے اسی طرح ان پر وقف کرنا بھی جائز ہے ام المؤمنین حضرت صفیہؓ نے اپنے ایک یہودی بھائی پر کوئی چیز وقف کی تھی۔

(فقہ السنہ ج ۳ص ۵۲۴)

مطلق وقف

اگر کوئی شخص اپنی کوئی چیز وقف کرے مگر اس کا مصرف بیان نہ کرے مثلاً: یوں کہے کہ میرا یہ گھر وقف ہے تو اس طرح کا وقف حضرت امام مالکؒ کے نزدیک صحیح ہے مگر علماء شافعیہ کے ہاں ایسا وقف صحیح نہیں ہے۔

مرض الموت میں مریض کا وقف

جب کوئی مریض مرض الموت میں کسی اجنبی شخص کو کوئی چیز وقف کر دے تو اس کی حیثیت محض وصیت کی ہوگی۔ لہٰذا تہائی مال سے زیادہ وقف نہیں ہوسکتا ہاں اگر ورثاء اجازت دیں تو جائز ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حالت مرض میں بعض ورثاء پر وقف کرنا

اگر کوئی شخص حالت مرض میں اپنے بعض ورثاء پر اپنی کوئی چیز وقف کر دے تو اس بارے میں علماء کے دو قول ہیں ایک قول عدم جواز کا اور دوسرا جواز کا عدمِ جواز کا قول حضرت امام شافعیؒ اور ایک روایت میں حضرت امام احمدؒ بن حنبل کا ہے اور جواز کا قول دیگر ائمہ دین کا ہے اور ایک روایت کے مطابق حضرت امام احمد بن حنبلؒ کا قول بھی یہی ہے حضرت امام احمدؒ سے سوال ہوا کہ حدیث میں آیا کہ لا وصية لوارث وارث کے لیے وصیت نہیں ہے اور حدیث کے مطابق آپ کا فتویٰ بھی یہی ہے تو پھر یہاں آپ کا فتویٰ اس کے خلاف کیوں ہے۔ تو فرمایا وقف اور وصیت ایک چیز نہیں ہے دونوں میں بڑا فرق ہے۔ وارث کے لیے وصیت تو نہیں ہو سکتی البتہ وقف ہو سکتا ہے، کیونکہ وقف شی نہ فروخت کی جا سکتی ہے نہ ہبہ کی جا سکتی ہے اور نہ اس میں وراثت جاری ہو سکتی ہے۔ جبکہ وصیت کردہ چیز میں یہ سب کچھ ہو سکتا ہے۔

نگران اور متولی

نگران اور متولی کے لیے مالِ وقف میں سے اپنی ضرورت کے مطابق خرچہ لینا جائز ہے کیونکہ حدیث میں آیا ہے۔

لا جناح علي من وليها ان يأكل منها بالمعروف اويطعم غير متمول (مشکوۃ ج ۱:ص ۲۶۰)

متولی اور نگران وقف جائداد میں سے دستور کے مطابق خود کھائے یا اپنے اہل وعیال کو کھلائے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے ہاں اسے اس بات کی اجازت نہ ہوگی کہ وہ وقف جائداد کے ذریعہ مالدار بن جائے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام بغویؒ لکھتے ہیں کہ مذکورہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ وقف کرنے والے کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ اپنے اس وقف سے بقدر ضرورت نفع حاصل کرے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمرؓ کے مذکورہ وقف نامہ کی شرائط کی گویا توثیق فرما کر وقف کی آمدنی میں سے بقدر ضرورت اس شخص کے لیے مباح قرار دیا جو اس کا متولی ہے اور یہ بالکل ظاہر بات ہے کہ وقف کرنے والا اپنے وقف کا متولی ہوتا ہے۔ (شرح السنہ ج۸: ص۲۸۸)

مالداروں کے لیے وقف

اگر کسی وقف کرنے والے نے یہ شرط لگا کر کوئی چیز وقف کی کہ اس سے صرف مالدار ہی فائدہ اٹھائیں گے۔ تو یہ وقف غلط ہے شریعت کی نگاہ میں اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

وقف میں تصرف اور تبدیلی کا حکم

اگر کوئی مسجد غیر آباد ہو جائے یا موقوفہ جگہ سے لوگوں کا استفادہ ختم ہو جائے تو کیا ایسی صورت میں مسجد یا موقوفہ پراپرٹی کو فروخت کر کے متبادل مسجد یا پراپرٹی بنانا جائز ہے؟

اس مسئلہ میں اہل علم کا اختلاف ہے، امام مالکؒ امام شافعیؒ اور امام ابو یوسفؒ اور ایک قول امام ابو حنیفہؒ کا اس پر ہے کہ وہ زمین اسی طرح رہے نہ فروخت کی جائے نہ مکان بنایا جائے بلکہ اپنے حال پر باقی رہے اور امام محمدؒ اور ایک قول امام ابو حنیفہؒ کا اس پر ہے کہ وہ زمین باقی اور اس کے ورثاء کا حق اور ملک ہو جاتی ہے درِ مختار میں ہے:

وَلَوْ خرب ما حوله واستغنى عنه يبقى مسجدًا عند الامام

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابداً الی قیام الساعة وبه یفتی (حاوی القدس) وعاد الی الملک ای ملک البانی او ورثته عند محمد

اور امام احمدؒ کے نزدیک وہ زمین فروخت کی جائے اور اس کی قیمت جدید مسجد پر خرچ کی جائے امام احمدؒ اس مسئلہ کو ہدی کے جانور پر قیاس کرتے ہیں جس کے بارے میں سب کا اتفاق ہے کہ اگر ہدی کا جانور بیمار ہو جائے یا چلنے سے عاجز آ جائے تو اسے ذبح کر دینا چاہیے اور اس کے بدلے دوسرا جانور خریدنا چاہیے۔

حضرت مولانا عبدالجبارؒ غزنوی لکھتے ہیں۔

میرے فہم میں امام احمدؒ کا قول سب اقوال سے راجح اور حکم و مصالح شرعیہ کے بہت موافق معلوم ہوتا ہے لہٰذا عاجز امام احمدؒ کے قول پر فتویٰ دیتا ہے۔

حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفیؒ تحریر فرماتے ہیں۔

وقف کی شرعی حیثیت معلوم ہے۔حضرت امام ابوحنیفہؒ کی اس مسئلہ میں احتیاط اہل علم سے مخفی نہیں، وہ وقف میں کوئی تبدیلی جائز نہیں سمجھتے۔ امام احمدؒ کا مسلک ہے کہ اگر وقف کی حیثیت اور واقف کے مقصد کو تبدیلی سے فائدہ ہو تو بدلنا درست ہے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے حضرت عمرؓ کا ایک فیصلہ ذکر فرمایا ہے۔جس سے امام احمدؒ کی تائید ہوتی ہے۔

قَدْجَوَّزَ اَحْمَدُ اِبْدَالَ مَسْجِدٍ بِمَسْجِدٍ لِمَصْلِحَةٍ كَمَا جَوَّزَ تَغْيِيْرَهُ لِلْمَصْلِحَةِ وَاحْتَجَّ بِاَنَّ عُمَرَؓ بْنِ الْخَطَّابِ اَبْدَلَ مَسْجِدَ الْكُوْفَةِ الْقَدِيْمَةِ بِمَسْجِدٍ اٰخَرَ وَصَنَعَ الْمَسْجِدَ الْاَوَّلَ سُوْقًا لِلْمَارِيْنَ

(فتاوی ابن تیمیہ ج ۳ ص ۳۸۸)

امام احمدؒ مسجد کو دوسری عمارت یا جگہ سے تبدیل کرنے کو جائز سمجھتے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔جس طرح مصالح کی بناء پر اس کے اندر تبدیلی کرنا درست ہے حضرت عمرؓ نے کوفہ کی پرانی مسجد کو دوسری مسجد سے بدلوایا۔پہلی مسجد شارع عام اور بازار بن گئی۔

وقف کے مسائل شیخ الاسلامؒ نے فتاویٰ کی دوسری جلد ۲ ص ۲۱۶ میں کسی قدر بسط سے لکھے ہیں۔

حضرت حافظ محمد عبداللہؒ محدث روپڑی لکھتے ہیں۔

یہاں ایک اصول مشہور ہے کہ۔

اھمال سے اعمال بہتر ہے۔

یعنی کوئی شے بیکار چلی جائے۔اور ضائع ہو جائے اس سے بہتر ہے کہ کسی کام پر لگا دی جائے اور اس سے کوئی فائدہ اٹھا لیا جائے۔امام احمدؒ وغیرہ کا فتویٰ اسی اصول پر مبنی ہے۔

اگر چہ وقف کے احترام کا تقاضا تو یہی ہے کہ وقف میں کوئی ایسا تصرف نہ کرنا چاہیے۔جو وقف کے منافی ہو جیسے وارثت یا ہبہ یا بیع شراء وغیرہ۔لیکن اصول مذکورہ بھی اٹل ہے۔اس کا تقاضا بھی پورا کرنا چاہیے۔پس مناسب یہی ہے کہ کوئی ایسا راستہ اختیار کیا جائے۔جس میں حتی الوسع دونوں تقاضے پورے ہو جائیں سو وہ امام احمدؒ وغیرہ کا مذہب ہے تفصیل اس کی یہ ہے کہ:۔

تصرف منافی وقف دو طرح کا ہے۔ایک حقیقۃً دوسرا صورۃً

حقیقۃً تو یہ ہے کہ وقف سرے سے وقف ہی نہ رہے جیسے امام محمدؒ وغیرہ کا خیال ہے کہ وقف بیکار ہونے کی صورت میں مِلک واقف کی طرف لوٹ آتی ہے۔

اور صورۃ یہ ہے کہ فروخت کر کے اس کی قیمت وقف کی جگہ خرچ کی جائے، جیسے امام احمدؒ وغیرہ فرماتے ہیں یا جیسے حضرت عمرؓ نے مسجد کا کچھ حصہ ضرورت

www.KitaboSunnat.com
محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے لیے بازار میں داخل کر دیا۔اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ امام شافعیؒ وغیرہ کے مذہب میں اصول مذکور کا تقاضا پورا نہیں ہوتا۔

اور امام محمدؒ کے مذہب میں وقف کا احترام بالکل نہیں رہتا۔

اور امام احمدؒ وغیرہ کے مذہب میں دونوں تقاضے پورے ہو جاتے ہیں۔

پس یہی مذہب راجح ہے۔

ایسا وقف جس سے وارثوں کو نقصان پہنچتا ہو

اگر کسی شخص کے وقف سے وارثوں کو نقصان پہنچتا ہو اور وہ راضی نہ ہوں باطل ہے شریعت کی نگاہ میں اس وقف کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔مثلاً کسی شخص نے اپنی تمام جائیداد یا اس کا کچھ حصہ اپنے لڑکوں پر وقف کر دیا اور لڑکیوں کو محروم کر دیا تو یہ ظلم اور ناانصافی ہے۔لہٰذا شرعی طور پر یہ وقف غلط ہے کیونکہ حدیث میں آیا ہے۔

لا ضرر ولا ضرار فی الاسلام (ابن ماجہ ج ۲: ص ۷۸۴)

کسی مسلمان کو نقصان پہنچانا جائز نہیں (خواہ ابتداء پہنچائے یا مقابلہ کے طور پر)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

احکامِ ہبہ

ہبہ، ہدیہ، عطیہ اور صدقہ وقف ہی کی ذیلی قسمیں ہیں غریبوں اور ضرورت مندوں کی مدد کے طریقے ہیں جن کی ترغیب کتاب وسنت میں دلائی گئی ہے۔

تمدنی زندگی میں لین دین کی ایک شکل یہ بھی ہے کہ اپنی کوئی چیز ہدیہ اور تحفہ کے طور پر کسی کو پیش کردی جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ارشادات میں اس کی بڑی ترغیب دی ہے۔ اس کی یہ حکمت بھی بتلائی ہے کہ اس سے دلوں میں محبت والفت اور تعلقات میں خوشگواری پیدا ہوتی ہے جو اس دنیا میں بڑی نعمت اور بہت سی آفتوں سے حفاظت اور عافیت وسکون حاصل ہونے کا وسیلہ ہے۔

ہدیہ وہ عطیہ ہے جو دوسرے کا دل خوش کرنے اور اس کے ساتھ اپنا تعلق خاطر ظاہر کرنے کے لیے دیا جائے اور اس کے ذریعہ رضائے الٰہی مطلوب ہو...... یہ عطیہ اور تحفہ اگر اپنے کسی چھوٹے کو دیا جائے تو اس کے ساتھ اپنی شفقت کا اظہار ہے، اگر کسی دوست کو دیا جائے تو یہ ازدیادِ محبت کا وسیلہ ہے، اگر کسی ایسے شخص کو دیا جائے۔ جس کی حالت کمزور ہے تو یہ اس کی خدمت کے ذریعہ اس کی تطییب خاطر کا ذریعہ ہے اور اگر اپنے کسی بزرگ اور محترم کو پیش کیا جائے تو ان کا اکرام ہے اور ''نذرانہ'' ہے۔

اگر کسی کو ضرورت مند سمجھ کر اللہ کے واسطے اور ثواب کی نیت سے دیا جائے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو یہ ہدیہ نہ ہوگا صدقہ ہوگا۔ ہدیہ جب ہی ہوگا جب کہ اس کے ذریعہ اپنی محبت اور اپنے تعلق خاطر کا اظہار مقصود ہو اور اس کے ذریعہ رضائے الٰہی مطلوب ہو۔

ہبہ کا لغوی معنی

هبة: جمع: هبات. (وهب، وهبا وهبة) سے مصدر، بمعنی بخشش، عطیہ، عموماً وہ عطیہ جس میں واہب کی کوئی منفعت متعلق نہ ہو (لسان العرب)

لغوی اعتبار سے اگر کوئی رئیس، بادشاہ وغیرہ کسی چھوٹے کو کوئی عطیہ دے تو اسے ہبۃ کہا جاتا ہے، جب کہ اگر چھوٹا کسی بڑے کو کچھ نذر کرے تو اسے ہدیہ (جس میں مہدی الیہ کی خوشنودی مطلوب ہوتی ہے) کہا جاتا ہے۔ اس بناء پر اللہ تعالیٰ کی طرف اگر کچھ دینے کی نسبت ہو تو اسے ہبہ ہی کہا جائے گا (الفروق اللغويه، ص ۱۳۸) تاہم ابن قتیبہ نے ہدیے کا وسیع معنوں میں استعمال کیا ہے۔ (عیون الاخبار، ج ۳ ص ۱۲۲)۔ اس سے اسم مبالغہ: الوہاب اور الوہوب ہیں، جس کے معنی کثیر الہبات شخص کے ہیں، اول الذکر یعني وهاب اسماء الله الحسنیٰ) کا اختصاص صرف ذات باری کے لیے ہے (لسان العرب)

۱۔ قرآن کریم میں اس مادے کا مختلف نعمتیں عطا کرنے کے سلسلے میں بار بار استعمال ہوا ہے۔ مثلاً ہبۂ اولاد (الشوریٰ ۴۲: ۴۹) اعطائے رحمت (آل عمران ۳: ۸) اعطائے علوم نبوت (الشعراء ۲۶: ۲۱) تفویض حکومت (۳۸ ص: ۳۵) وغیرہ

دورِ قدیم ہی سے انسانی معاشرے میں انتقال ملکیت کے جو مختلف طریقے رائج رہے ہیں، ان میں سے ایک رضا کارانہ طور پر اپنی ملکیت دوسروں کو سونپ دینے کا بھی ہے۔ اسلام چونکہ باہمی بھائی چارے اور مہر و محبت پر بہت زیادہ زور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیتا ہے۔(۴۹(الحجرات):۱۰)،اس لیے اس نے ان طریقوں پر خصوصیت سے زور دیا ہے،جن سے دوسروں کو بغیر عوض لیے اشیاء کا حق دار بنایا جا سکتا ہے،ان میں سے ایک اہم طریقہ ہبہ کا بھی ہے۔

(۳) فقہ اسلامیہ: ہبہ کا لفظ ایک مخصوص اصطلاح فقہ کے طور پر عہد نبوی ہی میں بکثرت استعمال ہونے لگا تھا۔متأخر عہد میں فقہاء نے شرح وبسط سے اس کے تفصیلی احکام مستنبط کیے ہیں۔

ہبہ کی اصطلاحی تعریف

اصطلاح میں ہبہ ایک شخص کا دوسرے کو جائیداد منقولہ یا غیر منقولہ کا فوری اور بلا معاوضہ مالک بنا دینے اور شی موہوبہ کے حق ملکیت سے دستبردار ہونے کا نام ہے(هداية ، ج ۲ ص ۲۶۷ المحلی: شرائع الاسلام ، القسم الرابع ، ص ۲۵۳ : معجم الفقه الحنبلی ج ۲: ۷۱۷)۔احناف کے ایک قول کے مطابق ہبہ میں صدقہ بھی شامل ہے۔جب کہ دوسرے قول کے مطابق وہ اس سے مختلف چیز ہے۔کیونکہ صدقہ میں رضائے الٰہی مطلوب ہوتی ہے اور ہبہ اس سے عام ترفعل ہے(هدايه ج ۲ ص ۲۷۶ :الفقه علی المذاهب الاربعه ج ۳ ص ۳۸)۔یہی مسلک مالکیہ کا بھی ہے (حوالہ مذکور)۔حنابلہ کے نزدیک عطیہ،صدقہ ، ہبہ اور ہدیہ وغیرہ سب الفاظ باہم مترادف ہیں۔البتہ اگر اس عطیے سے متعلقہ شخص کی خوشنودی مطلوب ہوتو اسے ہدیہ اور اگر اس سے اللہ کی رضا مقصود ہوتو اسے صدقہ کہا جائے گا (معجم الفقہ ج ا ص ۷۱۷)۔امام شافعیؒ کے نزدیک کسی بھی غرض سے اپنی مملوکہ شی کو دوسرے کی ملکیت بنا دینا ہبہ ہے،لہٰذا اس قول کے مطابق ہبہ کا مفہوم ہدیے اور صدقے دونوں سے وسیع تر ہوگا۔بنابریں ہر صدقے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور ہر ہدیے کو ہبہ تو کہہ سکتے ہیں، مگر ہر ہبہ ہدیہ یا صدقہ نہیں ہوتا۔

(الجزیری ج ۳ص ۲۸۲ تا ۳۷۳)

ہبۃ الثواب یا ہبۃ العوض: تاہم اگر ہبے میں بدلے (ثواب) کو مشروط ٹھہرا دیا جائے تو امام شافعیؒ کے نزدیک، جو حضرت عمرؓ کے قول سے استشہاد کرتے ہیں، وہ ہبہ نہیں، بلکہ بیع ہے (کتاب الام ج ۳ ص ۲۸۳): دیگر ائمہ کے نزدیک، گو وہ قولاً ہبہ ہے، مگر حکماً (مثلاً: حق واپسی، حق خیار عیب و خیار رؤیت وشفعہ وغیرہ میں) بیع ہی ہے۔ اس کی تکمیل حصول عوض پر موقوف ہوتی ہے اور اگر موہوب لہ کے دیئے ہوئے عوض پر واہب راضی ہو جائے تو وہ بیع کی طرح ایک محکم عقد شرعی ہو جاتا ہے، جس میں واہب کو بعد میں واپسی کا حق حاصل نہیں ہوتا (حوالہ مذکور: معجم الفقہ ج ۲ص ۷۲۲: ہدایہ ج ۳ص ۲۷۵: المحلی ج ۶ ص ۱۰۲) اس کی دو صورتیں ہیں:

(۱) عوض کی مقدار متعین ہو۔
ایسی صورت میں اس کے قبول کے ساتھ ہی اس کے عوض کی ادائیگی لازم ہو جاتی ہے۔

(۲) اگر ہبہ کے معاوضے کی مقدار مبہم ہے تو ایسی صورت میں:

(الف) اگر موہوب لہ نے اس کے بدلے میں کچھ معاوضہ دے دیا اور واہب نے قبول کر لیا تو ہبہ پختہ ہو جائے گا یا

(ب) واہب نے خود مقدر کی وضاحت کر دی تو اس کی وضاحت قابل اعتنا ہوگی:
تاہم اگر موہوب لہ اس پر راضی نہ ہو یا واہب اس معاوضے کو پسند نہ کرے تو یہ ہبہ منسوخ خیال کیا جائے گا۔(الجزیری ج ۳ص ۴۱۶)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قابل ہبہ اشیاء

(۱) کسی چیز کے قابل ہبہ ہونے کی پہلی شرط واہب کی اس پر جائز ملکیت ہے چنانچہ غصب کردہ یا غیر مملوکہ اشیاء وغیرہ کا ہبہ درست نہیں۔

اگر موہوب لہٗ کو اس غصب کا علم تھا اور پھر بھی اس نے ہبہ قبول کرلیا تو وہ اس پر ضامن ٹھہرایا جائے گا۔(حوالہ مذکور)

(۲) وہ معدوم نہ ہو جیسے درختوں کے پھل لگنے سے پہلے۔ ایسی معدوم شی کا ہبہ باطل ہوگا۔(المبسوط ج ۱۲ ص ۷۱:البدائع الصنائع ج ۶ ص ۱۴۲)

(۳) وہ مجہول بھی نہ ہو، مثلاً جانور کا حمل شکم مادر میں (السرخسی ج ۱۲ ص ۷۲: المحلی ج ۶ ص ۱۴۲، معجم الفقہ ج ۲ ص ۷۱۹)

(۴) موہوبہ چیز غیر موہوبہ چیز سے الگ بھی ہو ورنہ ہبہ درست نہ ہوگا، مثلاً بھیڑ کے بال اس کے جسم سے یا پھل درخت سے۔

(۵) ہبہ مشاع (وہ شی جس کی ملکیت میں دو افراد یا دو سے زائد افراد مشترکہ طور پر شریک ہوں)۔ اس میں کچھ تفصیل ہے: اگر وہ شی نا قابل تقسیم ہے، مثلاً گھوڑا، مگر حصوں کی مقدار متعین و معلوم ہے، تو یہ ہبہ حصوں کی تقسیم کے بغیر بھی درست ہوگا۔ (معجم الفقہ ج ۲ ص ۷۱۹، ہدایہ ج ۳: ص ۲۶۹)، اگر وہ شی قابل تقسیم ہے، مگر منقسم شدہ نہیں، مثلاً کوئی پلاٹ، قطعہ اراضی وغیرہ، تو اس کا ہبہ حنابلہ اور شوافع کے نزدیک جائز ہے، مگر احناف کے نزدیک اس وقت تک درست نہ ہوگا، جب تک اس کو تقسیم نہ کرلیا جائے۔

(حوالہ مذکور)

اگر ایک چیز دو افراد کی یکساں طور پر ملکیت ہے، ان میں سے ایک اپنی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ملکیت کسی دوسرے فرد کو ہبہ کردے تو یہ ہبہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک باطل ہوگا، جبکہ امام محمدؒ اور ابو یوسفؒ امام احمد بن حنبلؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک درست ہوگا۔(ہدایہ: ج ۳ ص ۲۷۰)

ہاں البتہ اگر شیوع ہبہ کے بعد طاری ہوا تو وہ مانع ہبہ نہیں۔

(دیکھیے ہدایہ ج ۲ ص ۲۸۷ تا ۲۸۹: المبسوط ج ۱۲ ص ۷۱، مجمع الانہر، ج ۲: ص ۳۵۷: شرائع الاسلام، ج ۱ ص ۲۵۳: المحلی، ج ۶ ص ۱۸۲)

(۶) یہ بھی ضروری ہے کہ وہ چیز فی الوقت واہب کے قبضے میں ہو، اگر قرض پر دی ہوئی رقم یا مغصوب شدہ چیز ہبہ کی گئی ہو تو ہبہ درست نہ ہوگا، بجز اس کے کہ مقروض کو قرض یا غاصب کو اس کی غصب کردہ چیز ہبہ کر دی گئی تو یہ درست ہوگا۔(ہدایہ، ج ۳ ص ۲۷۱: معجم الفقہ ج ۲ ص ۹۱۷)

(۷) وہ چیز کچھ مالیت بھی رکھتی ہو، یعنی وہ چیز مال متقوم کہی جاسکتی ہو، ان اشیاء میں مادی اور غیر مادی دونوں قسم کی اشیاء شامل ہیں۔(مجموعہ قوانین اسلام، ج ۳ ص ۹۴۵: الجزیری، ج ۳ ص ۳۸۷

(۸) شریعت کی رو سے اس کی خرید و فروخت اور نقل و حمل کی ممانعت بھی نہ ہو، مثلاً شراب اور منشیات وغیرہ۔(حوالہ مذکور)

(۹) اس کی ملکیت نا قابل انتقال بھی نہ ہو (مثلاً) ام ولد کی ملکیت کا ہبہ درست نہیں)۔

(۱۰) وہ چیز کسی مصرف میں مشغول بھی نہ ہو۔(دیکھیے الفقہ علی المذاہب الاربعہ، ج ۳ ص ۳۸۵ تا ۳۹۸)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

واہب کے ضروری اوصاف

واہب کے لیے ضروری ہے کہ وہ:

(۱) عاقل ہو

(۲) بالغ ہو

(۳) آزاد ہو (لہٰذا نابالغ اور غلام کا ہبہ درست نہیں)

(۴) اس چیز کا مالک ہو مالکیہ کے نزدیک

(۵) اپنی جملہ املاک کے برابر مقروض بھی نہ ہو (اس صورت میں ہبہ قرض خواہوں کی مرضی پر موقوف ہوگا)۔

(۶) نشہ میں نہ ہو

(۷) مرتد نہ ہو

(۸) شادی شدہ عورت نہ ہو (جس کا ہبہ خاوند کی مرضی پر منحصر ہوتا ہے) (الجزیری، ج ۳ ص ۳۹ تا ۳۹۵) ورنہ اس کا ہبہ درست نہ ہوگا، تاہم کسی ایسے مریض کا ہبہ، جو مرض الوفات میں مبتلا ہو۔

(۲) کسی ایسے مسافر کا ہبہ جو کسی طوفان کی حالت میں بحری جہاز پر سوار ہو

(۳) کسی ایسے شخص کا ہبہ جو کسی شدید وبائی مرض مثلاً طاعون وغیرہ میں مبتلا شہر کا باشندہ ہو

(۴) کسی ایسے قیدی کا ہبہ جو قتل کے لیے لے جایا جا رہا ہو

(۵) کسی غالب دشمن سے جنگ کے لیے جانے والے سپاہی کا ہبہ صرف ایک تہائی تک درست ہے۔(الشافعی: کتاب الام، ج ۳: ۲۸۴۔۲۸۵)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہبہ کے ارکان

ہبہ کے ارکان حسب ذیل ہیں:

ا۔ایجاب: اس پر تمام ائمہ متفق ہیں کہ ہبہ میں ایجاب (یعنی دوسرے کو اپنی شی ہبہ کرنے کے لیے الفاظ کا سہارا لینا) بنیادی رکن کی حیثیت رکھتا ہے (ہدایہ، ج ۲ص ۲۶۷: معجم الفقہ ج ۲ص ۷۱۷) بلکہ احناف کے ایک قول کے مطابق تو ہبہ کا واحد رکن ایجاب ہی ہے (الجزیری، ج ۳ص ۳۸۶۔۳۸۷)۔ اس کا اظہار تقریر وتحریر دونوں طرح درست ہے۔ایجاب کے لیے واہب وہ تمام الفاظ (مثلاً میں نے تجھے یہ چیز ہبہ کر دی، عطا کر دی، دے دی وغیرہ) استعمال کر سکتا ہے، جن سے بالصراحت دینے اور دوسرے فرد کو ملکیت منتقل ہونے کا مفہوم سمجھا جاتا ہو(ہدایہ، ۳۶۸: معجم الفقہ ۷۱۷، الجزیری، ج ۳ص ۳۸۶۔۳۸۷)۔ اگر بالفرض زبان سے تو کچھ نہیں کہا، مگر عملاً دوسرے شخص کو کوئی چیز دے دی تو یہ فعل بھی ایجاب کے لیے کافی ہوگا (معجم الفقہ بمحل مذکور)۔تاہم اگر صریح لفظوں کے بجائے ذو معنی لفظ استعمال کیا تو واہب سے اس کی مراد پوچھی جائے گی۔ (الجزیری، بمحل مذکور) اور اگر اس نے ایسے الفاظ استعمال کیے، جن سے عاریت پر دینے کا مفہوم مستنبط ہوتا ہو (مثلاً یہ کہا: کہ یہ مکان تمہیں رہنے کے لیے دیتا ہوں وغیرہ) اس جگہ عاریت ہی شمار ہوگی۔ (ہدایہ ج ۳ص ۲۷۸)

۲۔قبول: اکثر ائمہ نے ہبہ کا دوسرا اہم رکن موہوبہ شی کا قبول کرنا قرار دیا ہے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک قبولیت کا فوری اور حسب ایجاب ہونا لازمی ہے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(الجزیری، ج ۳ص ۲۹۵) ۔ایجاب کی طرح قبولیت کا اظہار بھی زبانی کلامی یا عملی طور پر دونوں طرح سے کیا جا سکتا ہے۔ اگر موہوب لہ غیر عاقل بچہ ہے اور وہ قبول نہیں کر سکتا تو اس کی طرف سے اس کا ولی (سرپرست) اسے قبول کرے (معجم الفقہ : ج ۲ص ۲۳۳) عام حالات میں ہبہ کا قبول کرنا واجب ہو جاتا ہے (کتاب مذکور، ص ۷۱۷) اگر واہب موہوب لہ کا باپ ہے تو ایسے موقع پر اس کا کہنا ہی کافی ہوگا۔ (حوالہ مذکور، ہدایہ، ج ۲:ص ۲۷۰) قبولیت شرط نہیں۔

۳۔ قبضہ: اکثر ائمہ نے موہوبہ شے پر قبضہ کرنا بھی لازم ٹھہرایا ہے، کیونکہ فرمان نبوی ہے:

لا یجوز الہبۃ الا مقبوضۃ (ہدایہ، ج ۳ص ۲۶۷۔بحوالہ مصنف عبدالرزاق) یعنی ہبہ قبضے کے بغیر جائز نہیں ہوتا۔ یہ قبضہ واہب کی اجازت سے ہونا چاہیے، البتہ اگر اسی مجلس میں قبضہ کر لیا تو مزید اذن کی ضرورت نہیں اور اگر مجلس بدل گئی تو قبضے کے لیے دوبارہ اجازت لینا ضروری ہے (حوالہ مذکور) اگر وہ چیز پہلے ہی موہوب لہ کے تصرف میں ہے تو اب تجدید ملکیت کی ضرورت نہیں (ہدایہ، ج ۳ص ۲۷۰)۔حنابلہ کے نزدیک ماپ تول کر دی جانے والی اشیاء میں قبضہ شرط ہے ان کے علاوہ دیگر اشیاء میں قبضہ شرط نہیں (معجم الفقہ : ج ۲ص ۷۱۸) دوسرا قول جمیع انواع میں قبضہ کے لزوم کا بھی ہے (حوالہ مذکور)۔ قبضے کے لیے منقولہ اشیاء میں ان کی موہوب لہ کی طرف منتقلی اور غیر منقولہ اشیاء میں موہوب لہ کو موہوبہ شی کی سپردگی، تخلیہ وغیرہ ضروری ہے۔ (کتاب الام ص ۲۷۴: المبسوط ، ج ۱۲ص ۴۸، ۴۹: معجم ص ۷۱۸،)۔ والد یا سرپرست اپنی زیر کفالت بچوں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی طرف سے قبضہ کریں گے (ھدایہ، ج ۳ص ۲۷۵)۔ امام مالکؒ کے نزدیک موہوبہ شی پر قبضہ کرنا غیر لازمی ہے، کیونکہ ان کے نزدیک ہبہ ایک بیع ہے اور بیع بغیر قبضے کے بھی مکمل ہو جاتی ہے۔

چونکہ قبضے کو ہبہ میں لازم ٹھہرایا گیا ہے، لہٰذا اس مال کا ہبہ جائز نہیں، جو زیر قبضہ نہ ہو مثلاً بھاگ ہوا غلام، فضا میں اڑتا ہوا پرندہ، غصب شدہ مال، قرض وغیرہ (معجم، ج ۲ص ۷۱۸) اگر قبضے سے پہلے پہلے دونوں میں سے کوئی ایک مر جائے تو دونوں قول ہیں۔ (معجم، ج ۲ص ۷۲۰)

حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا کو اسی من (۸۰) من کھجور کا پھل ہبہ کیا۔ جب بیمار ہو گئے تو فرمایا میں نے درست رکھا کہ تو کھجوروں کو قبضہ میں کر لیتی کیونکہ آج وہ وارث کا مال ہے۔ امام مالکؒ نے اس کو مؤطا میں روایت کیا ہے اور بیہقی نے بھی اس کو بطریق وھب امام مالک وغیرہ سے روایت کیا ہے اور حاکم نے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نجاشیؓ کو تحفہ بھیجا۔ پھر امِ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو کہا میں دیکھتا ہوں کہ نجاشی فوت ہو گیا ہے اور جو تحفہ میں نے اس کو بھیجا تھا وہ لوٹایا جائے پس جب واپس آئے تو وہ تیرے لیے ہے' چنانچہ اسی طرح ہوا۔ ان دونوں روایتوں سے ثابت ہوا کہ ہبہ میں قبضہ ضروری ہے اگر صرف ہبہ کر دینے سے ہبہ مکمل ہو جاتا تو حضرت ابوبکرؓ ' حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو یہ نہ کہتے کہ آج وہ مال وارث کا ہے نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت امِ سلمہؓ کو یہ کہتے کہ جب واپس آئے تو وہ تیرے لیے ہے بلکہ اس کے حق دار نجاشی کے ورثا ہوتے۔ (عبداللہ امرتسری از روپڑ ۳۱ جولائی ۱۹۳۶ء)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۴۔ ہبہ کی واپسی

نبی کریمؐ نے ہبہ میں واپسی کو سخت ناپسند قرار دیا ہے ارشاد ہے:

مثل الذی یرجع فی صدقتہ کمثل الکلب یقئ ثم یعود فی قیئہ لیس لنامثل السوء (بخاری ج ۲ ص ۹۲۴)

یعنی اس شخص کی مثال جو صدقہ کرنے کے بعد اس میں رجوع کرتا ہے اس کتے کی مانند ہے۔ جو قے کرنے کے بعد اسے چاٹتا ہے اور ہمارے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ ہم کسی بری مثال سے تشبیہ دیئے جائیں۔

حدیث کے آخری جملے کا مطلب یہ ہے کہ ہماری ملت اور ہماری قوم کو جس عز وشرف کی انسانیت کے جن اعلیٰ اصول وشرافت وتہذیب کے جس بلند معیار سے نوازا گیا ہے۔ اس کے پیشِ نظر ہماری قوم کے کسی بھی فرد کے لیے یہ بات قطعاً مناسب نہیں ہے کہ وہ کوئی بھی ایسا کام کرے جو اس کے ملی شرف اور اس کی قومی عظمت کے منافی ہو اور اس کی وجہ سے اس پر کوئی بری مثال چسپاں کی جائے اس سے گویا آپ نے اس طرف اشارہ فرمایا کہ کسی کو کوئی چیز بطور ہدیہ وتحفہ دے کر واپس لینا چونکہ ایسا ہی ہے جیسا کتا اپنی قے چاٹ لیتا ہے۔ اس لیے کسی مسلمان کے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ کسی کو اپنی کوئی چیز ہدیہ کرے اور پھر اسے واپس لے لے اور اس طرح اس پر یہ بری مثال چسپاں کی جانے لگی۔ اسی بناء پر بیشتر فقہا (ائمہ ثلاثہ) کے مطابق ہبہ میں رجوع ناجائز ہے۔ (ہدایہ ۲: ۲۷۳)

البتہ احناف نے حسب ذیل صورتوں میں اس کی اجازت دی ہے۔

(۱) وہ شی اب تک موہوب لہ کے قبضے میں ہو۔

(۲) وہ اس میں کوئی اس قسم کا تصرف نہ کر چکا ہو، جس سے اس کی ملکیت قابل

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انتقال نہ رہی ہو (مثلاً لونڈی کو ام ولد، غلام کو مکاتب، مدبر وغیرہ بنانا)۔

(۳) وہ اس میں کوئی زیادتی متصلہ نہ پیدا کر چکا ہو (مثلا خالی زمین میں شجر کاری، یا مکان وغیرہ بنالینا)۔

(۴) اس سے دیگر افراد کا تعلق نہ پیدا ہو گیا ہو (مثلاً لونڈی اور غلام کے نکاح کی صورت میں)۔

(۵) ان میں سے کوئی ایک مر نہ چکا ہو امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک مندرجہ بالا شرائط کے ساتھ صرف والد اپنی اولاد کو دیے ہوئے ہبے کو واپس لے سکتا ہے کسی اور صورت میں رجوع کرنا جائز نہیں ہے۔

(معجم الفقہ: ج ۲ ص ۲۳ ۷، ۲۴ ۷)

امام شافعیؒ کا بھی یہی مسلک ہے، ان کا عمل اس حدیث پر ہے جس میں آپؐ نے حضرت نعمانؓ بن بشیر کو اپنے بیٹے کو دیے ہوئے ہبہ میں رجوع کرنے کا حکم دیا تھا۔ (صحیح مسلم: ج ۵، ص ۶۵)

والد اپنا ہبہ ہدیہ واپس لے سکتا ہے

حدیث میں آپؐ نے فرمایا:

لا یرجع احد فی ھبتہٖ الا الوالد من والدہٖ

(نسائی: ج ۲ ص ۲۶۵ ابن ماجہ: ج ۲ ص ۵۹ ۷)

''کوئی شخص اپنا ہبہ واپس نہ لے' ہاں باپ بیٹے سے ہبہ واپس لے سکتا ہے۔''

مطلب یہ ہے کہ جس طرح کوئی باپ ضرورت و حاجت کے وقت اپنی اولاد کے مال و زر میں سے کچھ لے کر اپنے اوپر صرف کرسکتا ہے اسی طرح جو چیز اس نے اپنے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیٹے کو بطور ہبہ دی ہے بوقت ضرورت اس کو لے کر اپنے مصرف میں لا سکتا ہے۔

ہدیہ دلوں کی کدورت دور کر کے محبت پیدا کرتا ہے

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

تَهَادَوْا فَاِنَّ الْهَدِيَّةَ تُذْهِبُ الضَّغَائِنَ (مشکوۃ: ج ۱ ص ۲۶۱)

آپس میں ہدیے تحفے بھیجا کرو، ہدیے تحفے دلوں کے کینے کو ختم کر دیتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

تَهَادَوْا فَاِنَّ الْهَدِيَّةَ تُذْهِبُ وَحَرَ الصَّدْرِ وَلَا تُحَقِّرَنَّ جَارَةٌ وَلِجَارَتِهَا وَلَوْ شِقَّ فِرْسَنِ شَاةٍ (ترمذی: ج ۴ ص ۴۴۱)

آپس میں ہدیے تحفے دیا کرو، ہدیہ سینوں کی کدورت و رنجش دور کر دیتا ہے اور ایک پڑوسن دوسری پڑوسن کے ہدیے کے لیے بکری کے کھر کے ایک ٹکڑے کو بھی حقیر اور کمتر نہ سمجھے۔

ہدیے تحفے دینے سے باہمی رنجشوں اور کدورتوں کا دور ہونا دلوں میں جوڑ، تعلقات میں خوشگواری پیدا ہونا بدیہی بات ہے...... اللہ تعالیٰ اس زریں ہدایت پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے حضرت ابوھریرہ کی حدیث میں جو یہ اضافہ ہے کہ ایک پڑوسن دوسری پڑوسن کے لیے بکری کے کھر کے ٹکڑے کے ہدیہ کو بھی حقیر نہ سمجھے۔ اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقصد بظاہر یہ ہے کہ ہدیہ دینے کے لیے یہ ضروری نہیں کہ بہت بڑھیا ہی چیز ہو، اگر اس کی پابندی اور اس کا اہتمام کیا جائے گا تو ہدیہ دینے کی نوبت بہت کم آئے گی۔ اس لیے بالفرض اگر گھر میں بکری کے پائے پکے ہیں تو پڑوسن کو بھجنے کے لیے اس کے ایک ٹکڑے کو بھی حقیر نہ سمجھا جائے وہی بھیج دیا جائے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہدیہ کا بدلہ

ایک شخص جب کسی کو کوئی چیز بطور ہدیہ بھیجے یا ہبہ کرے یا صدقہ دے تو زبان سے کوئی بات ایسی نہ کہنا چاہیے۔ نہ ایسا طرز عمل اختیار کرنا چاہیے جس سے احسان جتانا یا اس کا اظہار محسوس ہو۔ قرآن اور حدیث میں اس کی مذمت کی گئی ہے۔ قرآن میں ہے

"کہ احسان دھرنے والے یا دکھاوا کرنے والے کی مثال ایسی ہے جیسے ایک چٹان جس پر مٹی جمی ہو اور ہلکی سی بارش سے دھل جائے، ایسا شخص نہ تو خدا پر ایمان رکھتا ہے، نہ آخرت پر

حدیث میں کہا گیا ہے کہ:

قیامت کے دن جو لوگ رحمت الٰہی کے سایہ سے دور ہوں گے، ان میں احسان جتانے والا بھی شامل ہے۔

غرض کہ صدقہ اور ہدیہ دیتے وقت نمود و نمائش یا احسان کرنے کا اظہار قطعاً نہ ہونا چاہیے۔ البتہ جس کو صدقہ یا ہدیہ دیا گیا اگر وہ بھی اپنی حیثیت اور طاقت کے مطابق اس کے بدلے کوئی تحفہ یا ہدیہ دے تو مستحسن ہے لیکن اگر وہ اس کی قدرت نہیں رکھتا ہو تو کم سے کم اس کی تعریف اور اس کا شکریہ تو ادا کرنا چاہیے، اگر یہ بھی نہیں کیا تو احسان ناشناسی اور کفران نعمت کیا۔ (ابو داؤد و ترمذی)

ہدیہ کا بدلہ دینے کے بارے میں آپ کا معمول اور آپ کی ہدایت

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ:۔

كان النبی صلی الله علیه و آله وسلم یقبل الهدیة ویثیب علیها (بخاری: ج ۲ ص ۹۱۳)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معمول و دستور تھا۔ کہ آپ ہدیہ تحفہ قبول فرماتے تھے اوراس کے جواب میں خود بھی عطا فرماتے تھے۔

مطلب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب کوئی محبّ مخلص ہدیہ پیش کرتا تو آپ خوشی سے قبول فرماتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد: ''وَهَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ'' کے مطابق اس ہدیہ دینے والے کوخود بھی ہدیے اور تحفے سے نوازتے تھے (خواہ اسی وقت عنایت فرماتے یا دوسرے وقت) کہ آپ نے امت کوبھی اس طرز عمل کی ہدایت فرمائی ہے اور بلاشبہ مکارم اخلاق کا تقاضا یہی ہے، لیکن افسوس ہے کہ امت میں بلکہ خواص امت میں بھی اس کریمانہ سنت کا اہتمام بہت کم ہوگیا ہے۔ حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ اُعْطِیَ عَطَآءً فَوَجَدَ فَلْیَجْزِبِهٖ وَمَنْ لَّمْ یَجِدْ فَلْیُثْنِ فَاِنَّ مَنْ اَثْنٰی فَقَدْ شَکَرَ وَمَنْ کَتَمَ فَقَدْ کَفَرَ وَمَنْ تَحَلّٰی بِمَا لَمْ یُعْطَ کَانَ کَلَابِسِ ثَوْبَیْ زُوْرٍ (ابو داؤد: ج ۲ ص ۳۱۵ و ترمذی: ج ۲ ص ۳۷۹)

جس شخص کو ہدیہ تحفہ دیا جائے تو اگر اس کے پاس بدلہ میں دینے کے لیے کچھ موجود ہوتو وہ اس کو دیدے اور جس کے پاس بدلہ میں تحفہ دینے کے لیے کچھ نہ ہو تو وہ بطور شکریہ کے اس کی تعریف کرے اور اس کے حق میں کلمہ خیر کہے جس نے ایسا کیا اس نے شکریہ کا حق ادا کردیا اور جس نے ایسا نہیں کیا اور احسان کے معاملہ کو چھپایا تو اس نے ناشکری کی۔ اور جو کوئی اپنے کو آراستہ دکھائے اس صفت سے جو اس کو عطا نہیں ہوئی تو وہ اس آدمی کی طرح ہے جو دھوکے فریب کے دو کپڑے پہنے۔

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہدایت فرمائی ہے کہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جس کو کسی محبّ کی طرف سے ہدیہ تحفہ دیا جائے۔ تو اگر ہدیہ پانے والا اس حال میں ہو کہ اس کے جواب اور صلہ میں ہدیہ تحفہ دے سکے تو ایسا ہی کرے اور اگر اس کی مقدرت نہ ہو تو اس کے حق میں کلمہ خیر کہے اور اس کے اس احسان کا دوسروں کے سامنے بھی تذکرہ کرے اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کو بھی شکر سمجھا جائے گا۔ (اور آگے درج ہونے والی ایک حدیث سے معلوم ہوگا کہ ''جزاک اللہ'' کہنے سے بھی یہ حق ادا ہو جاتا ہے۔ اور جو شخص ہدیہ تحفہ پانے کے بعد اس کا اخفا کرے، زبان سے ذکر تک نہ کرے ''جزاک اللہ'' جیسا کلمہ بھی نہ کہے تو وہ کفران نعمت اور ناشکری کا مرتکب ہوگا۔

حدیث کے آخری جملے ''ومن تحلی الخ'' کا مطلب بظاہر یہ ہے کہ جو شخص اپنی زبان یا طرز عمل یا خاص قسم کے لباس وغیرہ کے ذریعے اپنے اندر وہ کمال (مثلاً عالمیت یا مشیخیت) ظاہر کرے جو اس میں نہیں ہے کہ تو وہ اس دھوکہ باز اور فریبی بہروپئے کی طرح ہے جو لوگوں کو دھوکہ دینے کے لیے باعزت اور باوقار لوگوں کا سا لباس پہنے۔

بعض شارحین حدیث نے لکھا ہے کہ عرب میں کوئی شخص تھا جو نہایت گھٹیا اور ذلیل درجہ کا آدمی تھا لیکن وہ باعزت اور باوقار لوگوں کے سے نفیس اور شاندار کپڑے پہنتا تھا تاکہ اس کو معززین میں سے سمجھا جائے اور اس کی گواہی پر اعتبار کیا جائے، حالانکہ وہ جھوٹی گواہیاں دیتا تھا۔ اسی کو ''لابس ثوبیٰ زُورٍ'' کہا گیا ہے۔

ہدیہ تحفہ سے متعلق مذکورۂ بالا ہدایت کے ساتھ اس آخری جملہ کے فرمانے سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقصد غالبًا یہ ہے کہ کوئی شخص جس میں وہ کمالات اور وہ اوصاف نہ ہوں جن کی وجہ سے لوگ ہدیہ وغیرہ پیش کرنا سعادت سمجھتے ہیں۔ ایسا شخص اگر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لوگوں کے ہدیے تحفے حاصل کرنے کے لیے اپنی باتوں اور اپنے لباس اور اپنے طرز زندگی سے وہ کمالات اور اوصاف اپنے لیے ظاہر کرے تو یہ فریب اور بہروپیا پن ہوگا اور یہ آدمی اس روایت ''لابس ثوبی زور'' کی طرح مکار اور دھوکے باز ہوگا۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ

محسنوں کا شکریہ اور ان کے لیے دعائے خیر

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ لَّمْ يَشْكُرِ النَّاسَ لَمْ يَشْكُرِ اللّٰهَ

(ترمذی: ج ۴ ص ۳۳۹۔ احمد ج ۲ ص ۲۵۸)

''کہ جس نے احسان کرنے والے بندہ کا شکریہ ادا نہیں کیا اس نے اللہ کا بھی شکر ادا نہیں کیا۔''

بظاہر حدیث کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ اللہ تعالیٰ کا یہ حکم ہے کہ جس بندے کے ہاتھ سے کوئی ہدیہ تحفہ کوئی نعمت ملے یا وہ کسی طرح کا بھی احسان کرے تو اس کا شکریہ ادا کیا جائے اور اس کے لیے کلمہ خیر کہا جائے، تو جس نے ایسا نہیں کیا اس نے خدا کی بھی ناشکری اور نافرمانی کی...... بعض شارحین نے اس حدیث کا یہ مطلب بھی بیان کیا ہے کہ جو احسان کرنے والے بندوں کا شکر گزار نہ ہوگا وہ ناشکری کی اس عادت کی وجہ سے اللہ کا بھی شکر گزار نہ ہوگا۔

حضرت اسامہ بن زیدؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

مَنْ صُنِعَ إِلَيْهِ مَعْرُوفٌ فَقَالَ لِفَاعِلِهِ جَزَاكَ اللّٰهُ خَيْرًا فَقَدْ

www.KitaboSunnat.com
محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَبْلَغَ فِی الثَّنَاءِ (ترمذی: ج ۴ص ۳۸۰)

جس آدمی پر کسی نے کوئی احسان کیا اور اس نے اس محسن کے لیے یہ کہہ کے دعا کی کہ ''جزاک اللہ خیرًا '' (اللہ تعالیٰ تم کو اس کا بہتر بدلہ اور صلہ عطا فرمائے) تو اس نے اس دعائیہ کلمہ ہی کے ذریعہ اس کی پوری تعریف بھی کر دی۔

''جزاک اللہ خیرًا'' بظاہر صرف دعائیہ کلمہ ہے لیکن اللہ کا بندہ جب کسی احسان کرنے والے کے لیے ان الفاظ میں دعا کرتا ہے تو گویا وہ اس کا اظہار و اعتراف کرتا ہے کہ میں اس کا بدلہ دینے سے عاجز ہوں بس میرا کریم پروردگار ہی تم کو اس کا اچھا بدلہ دے سکتا ہے میں اسی سے عرض واستدعا کرتا ہوں کہ تمہارے اس احسان کا وہ اپنی شان عالی کے مطابق بہتر بدلہ عطا فرمائے۔ اس طرح اس دعائیہ کلمہ میں اس احسان کرنے والے کی تعریف اور اس کے احسان کی قدر شناسی بھی مضمر ہے۔

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ۔

لَمَّا قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ اَتَاهُ الْمُهَاجِرُوْنَ فَقَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَارَأَيْنَا قَوْمًا اَبْذَلَ مِنْ كَثِيْرٍ وَلَا اَحْسَنَ مُوَاسَاةً مِنْ قَلِيْلٍ مِنْ قَوْمٍ نَزَلْنَا بَيْنَ اَظْهُرِهِمْ لَقَدْ كَفَوْنَا الْمُؤْنَةَ وَاَشْرَكُوْنَا فِي الْمَهْنَا حَتّٰى لَقَدْ خِفْنَا اَنْ يَّذْهَبُوْا بِالْاَجْرِ كُلِّهٖ فَقَالَ لَامَادَعَوْتُمُ اللّٰهَ لَهُمْ وَاَثْنَيْتُمْ عَلَيْهِمْ (ترمذی: ج ۴ص ۲۵۳)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے (اور مہاجرین نے انصار کی میزبانی اور ان کے ایثار کا تجربہ کیا) تو ایک دن مہاجرین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ ہم نے کہیں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایسے لوگ نہیں دیکھے جیسے یہ لوگ ہیں جن کے ہاں آ کے ہم اترے ہیں (یعنی انصار مدینہ) زیادہ ہو تو اس کو (فراخ حوصلگی اور دریا دلی سے ہماری میزبانی پر) خوب خرچ کرنے والے اور (کسی کے پاس) تھوڑا ہو تو اس سے بھی ہماری غم خواری اور مدد کرنے والے، انہوں نے محنت مشقت کی ساری ذمہ داری ہماری طرف سے بھی اپنے ذمہ لے لی ہے اور منفعت میں ہم کو شریک کر لیا ہے۔ (ان کے اس غیر معمولی ایثار سے) ہم کو اندیشہ ہے کہ سارا اجر وثواب انہی کے حصہ میں آ جائے (اور آخرت میں ہم خالی ہاتھ رہ جائیں) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نہیں ایسا نہیں ہو گا جب تک اس احسان کے عوض تم ان کے حق میں دعا کرتے رہو گے اور ان کے لیے کلمہ خیر کہتے رہو گے۔

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ میں اقامت اختیار فرمائی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہی مہاجرین کی ایک بہت بڑی تعداد بھی مدینہ میں اقامت گزیں ہوئی تو مدینہ کے رہنے والوں یعنی انصار نے ان کے ساتھ جو حسن سلوک کیا اور ایثار وسخاوت نیز اخوت ومحبت کی جو عظیم روایت قائم کی۔ بلا مبالغہ تاریخ انسانی اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ انصار مدینہ نے مہاجرین مکہ کے لیے اپنے دیدہ ودل ہی فرش راہ نہیں کیے بلکہ اپنے خون پسینہ کی گاڑھی کمائی بھی ان کے لیے وقف کر دی۔ انہوں نے اپنی زمین، اپنے باغات اور اپنے مکانات آدھوں آدھ ان میں تقسیم کر دیئے، ان کی خدمت گزاری اور خاطر تواضع میں شرافت انسانی کی ساری بلندیوں کو پیچھے چھوڑ دیا۔ چنانچہ ان کے اسی طرزِ عمل اور ان کے بے پایاں احسانات نے مہاجرین کو اتنا متاثر کیا کہ وہ باقاعدہ بارگاہ رسالت میں اپنا یہ اندیشہ لے کر حاضر ہوئے کہ یا رسول اللہ صلی اللہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علیہ وآلہ وسلم! یہ انصار کہیں سارا ثواب ہی نہ لے بیٹھیں، کیونکہ ہم نے تو آج تک ان سے زیادہ ایثار پسند، مخیرّ وسخی اور احسان کرنے والی کوئی قوم نہیں دیکھی ہے، انہوں نے مال وزر کی کمی بیشی سے بے نیاز ہوکر ہماری خاطر داری کی ہے جس کے پاس زیادہ مال تھا، اس نے ہم پر اتنا ہی زیادہ خرچ کیا جس کے پاس کم مال تھا اس نے اسی کے مطابق ہماری اعانت کی، گویا جس کی جتنی استطاعت تھی اس نے اسی حیثیت سے ہماری مہمانداری وغم خواری کی، یہاں تک کہ انہوں نے حصول معاش میں ہمیں محنت ومشقت سے بھی باز رکھا بایں طور کہ کھیتی باڑی کی محنت، باغات اور درختوں کی دیکھ بھال کی صعوبت اور مکانات بنانے کی مشقت انہوں نے خود اپنے ذمہ لی مگر منفعت و پیداوار میں ہمیں برابر کا شریک کر رکھا ہے کہ وہ اپنی زمین اور اپنے باغات میں اپنی محنت سے جو کچھ کرتے ہیں آدھا ہمیں تقسیم کر دیتے ہیں۔ چنانچہ اب تو ہم ڈرنے لگے ہی کہ یہ ہمارا سارا ثواب خود ہی حاصل نہ کریں۔ اور یہ اندیشہ ہے کہ ہماری ہجرت اور ہماری عبادتوں کا اجر اللہ تعالیٰ کہیں ان کے اعانات کی بے پناہ زیادتی کی وجہ سے ان کے نامۂ اعمال میں نہ لکھ دے۔

لیکن آپ نے اطمینان دلایا کہ ایسا نہ ہوگا، شرط یہ ہے کہ تم ان کے اس احسان کے عوض ان کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعائیں اور دل وزبان سے ان کے احسان کا اعتراف اور شکرگزاری کرتے رہو۔ اللہ تعالیٰ تمہارے اتنے ہی عمل کو ان کے احسان کے بدلے اور شکریے کے طور پر قبول فرمالے گا۔ اور تمہاری طرف سے ان کے اس احسان وایثار کا پورا بدلہ اپنے خزانہ کرم سے عطا فرمائے گا۔

وہ چیزیں جن کا ہدیہ قبول ہی کرنا چاہیے

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ارشاد فرمایا:

مَنْ عُرِضَ عَلَيْهِ رَيْحَانٌ فَلا يَرُدُّهُ فَإِنَّهُ خَفِيفُ الْمَحْمَلِ طَيِّبُ الرِّيحِ (مسلم: ج ۱۵ ص ۸)

جس کسی کو ہدیہ کے طور پر خوشبودار پھول پیش کیا جائے تو اس کو چاہیے کہ وہ اس کو قبول ہی کرے رد نہ کرے کیونکہ وہ بہت ہلکی اور کم قیمت چیز ہے اور اس کی خوشبو باعث فرحت ہے۔

پھول جیسی کم قیمت چیز قبول کرنے سے اگر انکار کیا جائے تو اس کا بھی اندیشہ ہے کہ بیچارے پیش کرنے والے کو خیال ہو کہ میری چیز کم قیمت ہونے کی وجہ سے قبول نہیں کی گئی اور اس سے اس کی دل شکنی ہو اور ترمذی کی ایک روایت میں ہے کہ) جس کو خوشبودار پھول کا ہدیہ دیا جائے وہ واپس نہ کرے کیونکہ خوشبودار پھول جنت کا تحفہ ہے اور صحیح بخاری میں حضرت انسؓ کی روایت سے خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ معمول بھی منقول ہے کہ "آپ خوشبو کا ہدیہ واپس نہیں فرماتے تھے۔

حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ثَلٰثٌ لَا تُرَدُّ الْوَسَائِدُ وَالدُّهْنُ وَاللَّبَنُ (ترمذی: ج ۵ ص ۱۰۸)

تین چیزیں (بالخصوص) ایسی ہیں جن کو رد نہیں کرنا چاہیے قبول ہی کر لینا چاہیے۔ تکیہ اور تیل اور دودھ۔ ان تینوں چیزوں کی خصوصیت یہی ہے کہ دینے والے پر ان کا زیادہ بار نہیں پڑتا اور جس کو دی جائیں وہ ان کو استعمال کر کے ان سے فائدہ اٹھاتا ہے جس سے دینے والے کا جی خوش ہوتا ہے۔ اور بھی جو چیزیں اس حیثیت کی ہوں ان کو بھی انہیں پر قیاس کر لینا چاہیے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کن لوگوں کو ہدیہ لینا منع ہے

حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

هَدَايَا الْإِمَامِ غُلُوْلٌ (طبرانی اوسط ج ۱۰ ص ۲۳)

امام وقت (یعنی حاکم اور فرمانروا) کے ہدیے "غلول" یعنی ایک طرح کی خیانت ورشوت اور ناجائز استحصال کے قبیل سے ہیں۔ حضرت ابوامامہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ شَفَعَ لِاَحَدٍ شَفَاعَةً فَاَهْدٰى لَهٗ هَدِيَّةً عَلَيْهَا فَقَبِلَهَا فَقَدْ اَتٰى بَابًا عَظِيْمًا مِنْ اَبْوَابِ الرِّبَا (ابو داؤد: ج ۲ ص ۱۴۳)

جس نے کسی شخص کے لیے (کسی معاملہ میں) سفارش کی تو اگر اس شخص نے اس سفارش کرنے والے کو کوئی ہدیہ پیش کیا اور اس نے وہ ہدیہ قبول کرلیا تو وہ سود کی ایک بڑی خراب قسم کے گناہ کا مرتکب ہوا۔

حضرت جابرؓ اور حضرت ابوامامہؓ کی ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ ہدیہ وہی قابل قبول ہے جو اخلاص کے ساتھ ہو اور غلط قسم کے اغراض کا شبہ اور شائبہ بھی نہ ہو...... اللہ تعالیٰ ہم مسلمانوں کو توفیق دے کہ رسول اللہ کی لین دین کے سلسلہ کی ان تمام ہدایات کی روح کو سمجھیں اور ان کی پابندی اور پیروی کو اپنی زندگی کا اصول بنائیں۔

اولاد میں ہبہ کے وقت برابری کا حکم

حضرت نعمان بن بشیرؓ کے بارہ میں منقول ہے کہ (ایک دن) ان کے والد (حضرت بشیرؓ) انہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لائے اور عرض کیا کہ میں نے اپنے اس بیٹے (نعمانؓ) کو ایک غلام عطا کیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''کیا تم نے اپنے سب بیٹوں کو اسی طرح ایک ایک غلام دیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ نہیں'' آپؐ نے فرمایا تو پھر (نعمان سے بھی) اس غلام کو واپس لے لو اور روایت میں یوں ہے کہ آپ نے (نعمانؓ کے والد سے) فرمایا کہ کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ تمہارے سب بیٹے تمہاری نظر میں نیکی کے اعتبار سے یکساں ہوں (یعنی کیا تم یہ چاہتے ہو کہ تمہارے سب بیٹے تمہارے ساتھ اچھا سلوک کریں اور سب ہی تمہاری فرمانبرداری اور تمہاری تعظیم کریں) انہوں نے کہا کہ ''ہاں!'' آپ نے فرمایا کہ ''اس صورت میں (جبکہ تم اپنے تمام بیٹوں سے اپنے تئیں یکساں اچھے سلوک کے خواہشمند ہو تو) صرف اپنے ایک بیٹے (نعمانؓ) کو غلام نہ دو۔'' ایک اور روایت کے یہ الفاظ ہیں کہ ''حضرت نعمانؓ کہتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) میرے والد نے مجھے ایک چیز دی تو عمرہؓ بنت رواحہ (میری والدہ) نے میرے والد حضرت بشیرؓ سے) کہا کہ میں اس پر اس وقت تک رضا مند نہیں ہوں جب تک کہ تم اس (ہبہ) پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گواہ نہ بنالو، چنانچہ حضرت بشیرؓ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ''یارسول اللہؐ! میں نے اپنے بیٹے (نعمانؓ) کو جو عمرہ بنت رواحہ کے بطن سے ہے ایک چیز دی ہے اور عمرہؓ بنت رواحہ نے مجھ سے کہا ہے کہ میں اس ہبہ پر آپؐ کو گواہ بنالوں۔ آنحضرتؐ نے یہ سن کر فرمایا کہ ''جس طرح تم نے اپنے اس بیٹے کو ایک غلام دیا ہے کہ کیا اسی طرح اپنے سب بیٹوں کو بھی ایک ایک غلام دیا ہے؟'' انہوں نے کہا کہ ''نہیں''! آپؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اپنی اولاد کے درمیان انصاف کرو حضرت نعمانؓ کہتے ہیں کہ میرے والد (آپ کا یہ ارشاد گرامی سن کر) واپس آئے اور مجھے جو چیز دی تھی وہ واپس لے لی''۔

ایک اور روایت میں اس طرح ہے کہ آپؐ نے (حضرت بشیرؓ) کی یہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بات سن کر) فرمایا کہ ''میں ظلم پر گواہ نہیں بنتا''۔(بخاری: ج ۲ ص ۹۳۸)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اولاد کو ہدیہ وتحفہ دیتے وقت مساوات کا خیال رکھنا نہایت ضروری ہے وگرنہ ناانصافی وظلم ہوگا۔

حضرت العلام حافظ محمد عبداللہ روپڑی ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں۔چنانچہ پہلے سوال ملاحظہ فرمائیں۔

سوال:۔حدیث شریف میں وارد ہے کہ اولاد کے درمیان مساوات چاہیے اگر نکاح کرے تو عموماً زیورات، پارچات وغیرہ میں والدین کی طرف سے کمی بیشی ہوجاتی ہے اگر ایک کو تعلیم میں لگایا تو اس کے اخراجات کا متحمل بھی والدین ہی ہوتے ہیں، حالانکہ دوسری اولاد پر اتنا خرچ نہیں کیا جاتا۔اسی طرح کسی کو مکان لے کر دیا کسی کو کچھ کسی کو کچھ مساوات کا لحاظ نہیں رکھا گیا۔تو سوال یہ ہے۔

الف:۔ کہ شریعت نے ہر چیز کے اعطا بین الاولاد میں مساوات ضروری رکھی ہے۔اگر یہی بات ہے۔تو یہ انسانی طاقت سے باہر ہے۔ارشاد الٰہی ہے۔ لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا اگر جانب مخالف ہے تو لا اشھد علی جور جو مسلم کی حدیث میں وارد ہے اس کے کیا معنیٰ؟

ب:۔ اِعطاء میں بَیْنَ الْاَوْلَادِ وَلِلذَّکَرِمِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ کا لحاظ ہے یا مساوات

(ایک خریدار تنظیم)

جواب:۔ اکٹھے خرچ میں تو مساوات بیگانوں میں بھی نہیں ہوسکتی ایک گھر میں کس طرح ہوگی۔مثلاً سفر میں دو شخص اپنا خرچ ایک جگہ کریں تو ضرور کمی بیشی ہوگی۔ایک وقت ایک کو بھوک پیاس نہیں ہوتی تو اس کی خاطر دوسرا بھوکا نہیں رہ سکتا کبھی ایک

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شخص ایک روٹی کھاتا ہے۔ تو دوسرا دو یا تین کھا جاتا ہے اسی طرح بیماری وغیرہ میں پیسے کم وبیش خرچ ہوتے ہیں۔ سب سے احتیاط والی شے یتیموں کا مال ہے جس کے متعلق قرآن مجید میں سخت وعید ہے کہ جو یتیموں کا مال ظلم سے کھاتے ہیں۔ وہ اپنے پیٹوں میں آگ ڈالتے ہی۔ اس وجہ سے صحابہ کرامؓ نے یتیموں کا کھانا وانا الگ کر دیا مگر جب اس کا نبھنا مشکل ہو گیا تو ارشادِ خداوندی ہوا:

وَاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ

"یعنی اگر ان کو اپنے ساتھ ملا لو تو تمہارے بھائی ہیں اللہ تعالیٰ مفسد کو مصلح سے جانتا ہے۔"

اس سے آپ سمجھ سکتے ہیں کہ اکٹھے خرچ میں مساوات کی کوئی صورت نہیں۔ بلکہ ہر ایک کی ضرورت قدر خرچ ہوتا ہے کوئی کھانا زیادہ کھاتا ہے کوئی کم کسی کے وجود پر کپڑے کا خرچ کم ہوتا ہے کسی کے وجود پر زیادہ کیونکہ قد وقامت ان کے برابر نہیں ہوتے۔ کسی کا وجود کمزور ہے اس کو سردی میں زیادہ گرم کپڑے کی ضرورت ہے۔ کسی کو ہلکا کافی ہے کسی کے وجود پر کپڑا جلدی پھٹتا ہے وہ سال میں کئی جوڑے چاہتا ہے کوئی کم خاص کر لڑکیوں کے کپڑوں پر زیادہ خرچ ہوتا ہے۔ بلکہ ساتھ ان کے زیور کا خرچ بھی ہے چنانچہ قرآن مجید میں ہے:

اَوَمَنْ يُّنَشَّأُ فِي الْحِلْيَةِ

لڑکیوں کی پرورش زیور میں ہوتی ہے پھر بیماریوں وغیرہ کے موقع پر دواؤں پر اور حکیموں ڈاکٹروں کی فیسوں میں ایک انداز پر خرچ نہیں ہوتا۔ اس طرح بیاہ شادی پر مختلف خرچ ہوتا ہے کیونکہ لڑکی بیگانی ہوتی ہے لڑکی والے جو چاہتے ہیں خرچ کراتے ہیں۔ اس طرح لڑکیوں کی شادی میں ایک قسم کے لڑکے نہیں ملتے۔ اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہ لڑکیاں ایک صفت ایک لیاقت کی ہوتی ہیں تو پھر خرچ میں برابری کی کیا صورت ہے اس طرح اولاد کی تربیت میں تفاوت ہوتا ہے ان کی لیاقت، استعداد و ذہانت طبیعت کا لحاظ کرتے ہوئے ان کو مختلف ہنر سکھائے جاتے ہیں کسی کو طبابت۔ ڈاکٹری کسی کو انجینئری کسی کو تجارت کسی کو عالم دین بنا کر خادم اسلام بنا دیا جاتا ہے۔ اور لڑکیوں کو بھی ان کے حسب حال تعلیم دی جاتی ہے۔ تو ان کے خرچ و اخراجات برابر کس طرح ہو سکتے ہیں؟

دیکھئے بیویوں میں بھی برابری کا حکم ہے مگر اس قسم کے امور میں ان کے درمیان بھی تفاوت ہو جاتا ہے چنانچہ رسول اللہؐ کی بیویوں کے مہر مختلف تھے۔ ویسے مختلف، ان سے بات چیت مختلف تھی۔ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ دونوں کو سفر میں ساتھ لے گئے مگر رات کو اپنی سواری حضرت عائشہؓ کی سواری کے ساتھ رکھتے اور انہی سے بات چیت کرتے حضرت حفصہؓ کو اس بات سے بڑی غیرت ہوئی چنانچہ یہ لمبا قصہ بخاری ''باب القرعة بین النساء اذا اراد سفرا'' میں موجود ہے اس طرح محبت میں برابری نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ یہ اختیاری شے نہیں، بلکہ طبعی ہے جب تک طبعی میلان نہ ہو مباشرت وغیرہ نہیں ہو سکتی۔ البتہ ہر گھر میں باری باری جانا اختیاری شے ہے اس لیے رسول اللہؐ باری تقسیم کرنے کے بعد فرماتے۔

''اللھم ھذا قسمی فیما املک فلا تلمنی فیما تملک و لا املک (مشکوٰۃ)

کہ یا اللہ! یہ میری تقسیم ہے اس شے میں جس کا میں اختیار رکھتا ہوں۔ پس جن کا تو اختیار رکھتا ہے میں نہیں رکھتا اس میں مجھے ملامت نہ کیجیو۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ حوائج ، ضروریات اور تربیت میں برابری ناممکن ہے بلکہ ان میں وہی یتیموں والا اصول مدنظر رکھنا چاہیے۔یعنی وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ خدا مفسد کو اصلاح کرنے والے سے جانتا ہے۔جس کا مطلب یہ ہے کہ اپنی طرف سے ہر ایک کی اصلاح اور بھلائی کی کوشش کرے آگے ان کے اور والدین کے حسب حال کسی بات میں تفاوت ہو جائے تو اس پر مواخذہ نہیں ۔ہاں حوائج اور ضروریات کے علاوہ زائد عطیہ میں ضرور برابری چاہیے چنانچہ بخاری ومسلم کی حدیث میں جو نعمانؓ بن بشیر سے مروی ہے جس میں آپ نے لا اشھد علی جور یعنی میں ظلم پر شہادت نہیں دیتا اس میں اسی قسم کے عطیہ کا ذکر ہے اور ایک حدیث میں تصریح آتی ہے کہ سووا بین او لادکم فی العطية چنانچہ فتح الباری کے حوالہ سے اس کا ذکر آگے آتا ہے۔یعنی ضروریات کے علاوہ کوئی عطیہ دینا ہوتو اس میں برابری ضروری ہے اسی بناء پر علماء نے لکھا ہے کہ اگر سبب ایسا پیدا ہو جائے جس سے بعض اولاد کو عطیہ دینا پڑے تو اس صورت میں بعض کو دینے میں بھی کوئی حرج نہیں۔مثلاً کوئی دائم المرض ہو۔مقروض ہوتو اس صورت میں ان کو خاص کر سکتا ہے۔چنانچہ حافظ ابن حجر نے فتح الباری جز ۱۰ص ۵۳۶ میں اس کی تصریح کی ہے اور نیل الاوطار جلد ۵ص ۲۴۲ میں بھی ذکر کیا ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ یہ درحقیقت عطیہ نہیں بلکہ ضروریات میں داخل ہے کیونکہ دائم المرض اور مقروض ہونا ایک بڑی ضرورت اور مجبوری ہے اس سے معلوم ہوا کہ ضروریات تو کجا اس عطیہ میں بھی برابری نہیں جو ضروریات میں داخل ہو۔رہی یہ بات کہ اس قسم کے عطیہ میں ذکور وا ناث میں برابری کا حکم ہے یا نہیں۔سو اس کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس حدیث میں لا اشھد علی جور فرمایا ہے۔اس میں یہ بھی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔اکل ولدک نحلت مثلہٗ یعنی نعمان بن بشیرؓ کہتے ہیں جب میرے والد نے مجھے ایک غلام ہبہ کر کے رسول اللہﷺ کو اس پر گواہ بنانا چاہا۔تو آپ نے فرمایا کیا تمام اولاد اپنی کو تو نے اس کے مثل ہبہ کیا ہے میرے والد نے کہا نہیں۔تو آپ نے فرمایا اس ہبہ سے رجوع کر لے اور ایک روایت میں ہے کہ کیا تو نے اپنی باقی اولاد کو بھی اس کی مثل دیا ہے؟ کہا نہیں تو فرمایا اللہ سے ڈرو اور اولاد میں عدل کرو۔ان الفاظ ''اس کے مثل ہبہ کیا ہے یا اس کی مثل دیا ہے''۔سے معلوم ہوتا ہے کہ اس بارہ میں ذکور واناث میں فرق نہیں کیونکہ اولاد کا لفظ لڑکے اور لڑکیوں سب کو شامل ہے اور اس حدیث میں یہ الفاظ بھی ہیں: ''قال ایسرک ان یکونوا الیک فی البر سواء قال بلی قال فلا اذا ''یعنی رسول اللہﷺ نے فرمایا کیا تجھے یہ بات خوش کرتی ہے کہ تیری اولاد تیرے ساتھ برابر نیکی کرے؟ کہا ہاں فرمایا پس میں اس ہبہ پر شہادت نہیں دے سکتا۔

ان الفاظ سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ ذکور واناث میں فرق نہیں۔ کیونکہ عموماً والدین چاہتے ہیں کہ ہماری اولاد ہمارے ساتھ برابر نیکی کرے خواہ لڑکے ہوں یا لڑکیاں پس ترجیح اسی کو ہے کہ اس بارہ میں لڑکے اور لڑکیوں میں برابری کرے۔اور حدیث کی بعض روایتوں میں اگرچہ اولاد کی جگہ بیٹوں کا لفظ آیا ہے مگر حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری جزء۱۰ص ۵۳۹ میں کہا ہے کہ اگر صرف لڑکے ہی ہوں۔اور اگر لڑکے لڑکیاں دونوں ہوں تو پھر لڑکوں کا ذکر تغلیباً ہے اس کے بعد حافظ ابن حجرؒ نے بحوالہ ابن سعد بشیرؓ والد نعمانؓ کی ایک لڑکی بھی ذکر کی ہے جس کا نام ابیہ ہے اس سے ظاہر یہی ہے کہ جن روائیوں میں لڑکوں کا ذکر ہے وہ تغلیباً ہے جیسے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

والد اور والدہ کو والدین کہہ دیتے ہیں اور حافظ ابن حجرؒ نے یہ بھی کہا ہے کہ حدیث میں تسویہ برابر کرنے کا حکم اسی امر کی طرف شہادت دیتا ہے کہ لڑکے لڑکیوں میں فرق نہیں پھر اس کی تائید میں ایک روایت بھی ذکر کی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں۔

سووابین اولادکم فی العطیة فلو کنت مفضلا احد الفضلت النساء

یعنی اولاد کے عطیہ میں برابری کرو۔ پس اگر میں کسی کو فضیلت دیتا تو عورتوں کو دیتا۔

اس حدیث کی اسناد میں اگرچہ صاحب نیل الاوطار نے نیل الاوطار جلد ۵ ص ۲۴۲ میں سعید بن یوسفؒ ایک راوی ضعیف بتایا ہے، مگر حافظ ابنِ حجرؒ کہتے ہیں اسنادہ حسن یعنی اس کی اسناد حسن ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ معمولی ضعف ہوگا۔ جس سے حدیث صحت کے درجہ سے اتر کر حسن کے درجہ کو پہنچ گئی مثلاً حافظہ میں معمولی قصور ہوگا یا اس قسم کا کوئی اور قصور ہوگا۔ بہرصورت اس حدیث سے تائید ضرور ہوتی ہے۔ پس ترجیح اسی کو ہے کہ عطیہ میں لڑکے اور لڑکیوں میں برابری کی جائے۔

تنبیہ

اس حدیث سے اس بات کی بھی تائید ہوتی ہے کہ اولاد میں ضروریات اور حوائج کے اندر برابری کا حکم نہیں بلکہ عطیہ میں برابری کا حکم ہے چنانچہ اوپر تحقیق ہو چکی ہے کیونکہ اس حدیث میں تصریح کی ہے کہ اولاد میں عطیہ کے اندر برابری کرو۔ (عبداللہ امرتسری مقیم روپڑ مدیر تنظیم ۲۲۔ ربیع الثانی ۱۳۵۶ھ ۲ جولائی ۱۹۳۷ء)

غیر مسلم کو ہدیہ دینا اور لینا

جس طرح معاملات میں مسلم اور غیر مسلم کا فرق نہیں ہے جب تک کہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حلال وحرام کے حدود سے تجاوز نہ ہو، اسی طرح ہدیہ دینے اور لینے میں بھی مسلم اور غیر مسلم برابر ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غیر مسلم کا ہدیہ قبول فرمایا ہے قرآن میں ارشاد ہے۔

لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْا اِلَيْهِمْ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ(الممتحنہ: آیت ۸)

''اللہ تعالیٰ تم کو ان لوگوں کے ساتھ حسنِ سلوک اور انصاف کرنے سے نہیں روکتا جنہوں نے تم سے دین کے بارے میں نہ تو لڑائی کی، نہ تم کو گھر سے نکالا۔ اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔''

ہبہ، ہدیہ اور عاریت میں فرق

عاریت میں دی گئی کوئی چیز نقد ہو یا جنس مشروط بہ واپسی ہوتی ہے مستعیر ایک متعین مدت کے لیے اس کا امین ہوتا ہے لیکن بطور ہدیہ، ہبہ یا صدقہ جو چیز دی جاتی ہے، اسے واپس لینے کا حق نہیں ہوتا۔ اس کی ملکیت ہو جاتی ہے۔ اب اس کا واپس لینا گناہ ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے:۔''جو شخص ہبہ کر کے یا ہدیہ یا صدقہ دیکر واپس لے، اس کی مثال اس کتے کی ہے جو کھانے کے بعد قے کر کے دوبارہ اس کو نگل لے''۔ اس لیے آدمی کو خوب سوچ سمجھ کر دینا چاہیے کہ نہ تو بعد میں ندامت ہو اور نہ واپسی کی ضرورت۔

ہبہ ہدیہ اور صدقہ میں فرق

اس اعتبار سے کہ آدمی اپنی کسی چیز کا مالک دوسرے آدمی کو ہبہ، ہدیہ اور صدقہ کے ذریعہ بنا دیتا ہے اور پھر اس کی واپسی کا اختیار اس کو نہیں رہتا، یہ حکم تینوں صورتوں میں یکساں ہے لیکن چونکہ ہر ایک میں دینے کا جذبہ الگ الگ ہوتا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے، اس لیے تھوڑا سا فرق ہے گو نتیجے کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں ہے۔

ہدیہ کی تعریف

کسی کی ہمت افزائی اور محبت کے جذبے سے کوئی چیز دینا۔

صدقہ کی تعریف

کسی کو محض ثواب کی خاطر کوئی چیز دینا۔

ہبہ کی تعریف

بغیر کسی معاوضے کے اپنا کوئی مال دوسرے کی ملکیت میں دیدینا۔ لغت میں ہبہ کے معنے دینے کے ہیں۔

صدقہ اور ہدیہ ہبہ کی ہی کی دو قسمیں ہیں، صدقہ میں محض ثواب کی نیت ہوتی ہے اور دوسرا کوئی جذبہ نہیں ہوتا اگر ثواب کی نیت نہ ہو تو وہ صدقہ نہیں کہلائے گا، اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہبہ اور ہدیہ میں کوئی ثواب نہیں ملتا۔ اجر ہر نیکی کا ملتا ہے، ہبہ اور ہدیہ خالصۃً للہ ہو تو ان کا ثواب بھی ملے گا۔

ہبہ کی اصطلاحات

ہبہ کرنے والے کو واہب اور جس کو ہبہ کیا جائے اس کو موہوب لہٗ اور جو چیز ہبہ کی جائے اسے موہوب کہتے ہیں۔

ہبہ کے ارکان وشرائط

۱۔ ہبہ کے لیے ایجاب وقبول اور قبضے کا ہونا ضروری ہے یعنی واہب برضا و رغبت کوئی چیز دے اور موہوب لہٗ خوشی سے قبول کر کے اسے اپنے تصرف میں لے لے تو ہبہ ہو گیا اور وہ چیز واہب کی ملکیت کے بجائے موہوب لہٗ کی ملکیت ہو گئی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۔ ایجاب وقبول میں ہبہ کا لفظ صراحۃً کہنا ضروری نہیں بلکہ جس لفظ یا جس طرزِ عمل سے دی ہوئی چیز لینے والے کی ملکیت ہو جاتی ہے وہ ایجاب و قبول سمجھا جائے گا مثلاً کسی نے کہا کہ میں اپنی یہ کتاب آپ کو ہدیہ کرتا ہوں اور آپ نے شکریہ ادا کر کے لے لی تو کتاب ہبہ ہو گئی یا آپ نے خاموشی سے لے لی تو بھی وہ آپ کی ملکیت میں آگئی یا آپ نے کسی دوست سے کوئی چیز بطور ہبہ یا ہدیہ مانگی اور اس نے بخوشی دیدی تو وہ چیز ہبہ ہو گئی مگر حتی الامکان اس طرح مانگنا نہیں چاہیے۔ عاریۃً مانگنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

۳۔ کسی نے کپڑا خریدا اور بیوی سے کہا کہ اس میں سے اپنے لیے ایک جوڑا بنوالو، یا زیور بنوایا اور بیوی سے کہا اسے پہن لو، یہ ہبہ ہو گیا اور وہ چیز عورت کی ملک ہو گئی، اب کسی ناراضگی کے وقت واپس لے لینا گناہ ہے۔

۴۔ واہب کا عاقل و بالغ ہونا ضروری ہے، کوئی نابالغ بچہ اگر کوئی چیز ہبہ کر دے تو والدین یا مربی واپس لے سکتے ہیں۔

۵۔ ہبہ میں واہب کی رضا و رغبت ضروری ہے اور رضا مندی کے بغیر زبردستی ہبہ کرانا اور دباؤ ڈال کر یا اصرار کر کے ہدیہ لینا صحیح نہیں بلکہ گناہ ہے۔

۶۔ واہب نے کسی چیز کو واضح الفاظ میں ہبہ کیا مثلاً: یہ گھڑی میں آپ کو دیتا ہوں۔ آپ اسے لے لیجئے اب موہوب لہٗ اسی وقت لے لے یا بعد میں لے دونوں جائز ہیں۔ لیکن اگر مبہم الفاظ میں کہا کہ: میں یہ گھڑی آپ کو دینا چاہتا ہوں یا دوں گا"۔ یہ نہیں کہا کہ لے لیجئے تو اگر موہوب لہٗ اسی وقت گھڑی قبضہ میں لے لے تو وہ اس کی ہو گئی، لیکن اگر اس وقت نہ لے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور پھر کسی وقت لینا چاہے تو درست نہ ہوگا، جب تک دوبارہ واہب سے اجازت نہ لی گئی ہو۔

۷۔ خریدار اپنے مال پر قبضہ کرنے سے پہلے اس کو ہبہ کر دینے کا حق رکھتا ہے۔

۸۔ ہبہ یا ہدیہ کی ہوئی چیز کو قبضے میں دیدینا ضروری ہے اگر وہ چیز دوسرے کے قبضے میں ہے تو واہب کو اس کے قبضے سے نکال کر موہوب لہ کے حوالے کرنا چاہیے۔

۹۔ مال جس کے قبضے میں تھا اسی کو وہ ہبہ کر دیا، تو ہبہ ہو گیا، واہب پر لازم نہیں کہ دوبارہ قبضہ دلائے۔

۱۰۔ کسی نے اپنا قرض یا مطالبہ ہبہ کر دیا اور مقروض یا مدیون نے اسے قبول کر لیا تو اب مطالبہ کا حق واہب کو نہیں رہا۔

۱۱۔ موہوب یعنی جو چیز ہبہ کی گئی اس پر قبضہ سے پہلے واہب یا موہوب لہٗ کا انتقال ہو جائے تو ہبہ باطل ہو جائے گا کیونکہ ہبہ قبضہ کے بغیر مکمل نہیں ہوتا۔ یعنی موہوب لہ کے قبضے سے پیشتر وہ واہب ہی کی ملکیت رہے گی اور اس کی موت کے بعد ورثا مالک ہو جائیں گے۔ اسی طرح موہوب لہٗ اگر فوت ہو گیا تو اب قبضہ کون کرے گا۔

۱۲۔ نابالغ بچے ہبہ نہیں کر سکتے، مگر ان کو ہبہ کیا جا سکتا ہے۔

بچوں کو ہبہ

اگر باپ دادا اپنے لڑکے یا پوتے کو کوئی چیز دیں اور کہیں کہ یہ میں نے تم کو دی تو دے دینے سے وہ چیز اس کی ملکیت ہو گئی اب واپس لینا درست نہیں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ اسی طرح کوئی بھائی یا بہن اپنے چھوٹے بھائی بہن کو کوئی چیز دے دے تو وہ اس کی ملک ہوگئی۔ مثلاً: اس کا کپڑا بنوایا، اس کے لیے کتاب اور قلم خرید ا تو یہ چیزیں اس کی ہوگئیں لیکن اگر خاص بچے کو نہیں دیں یا یہ کہہ دیا کہ سب لوگ استعمال کریں تو پھر وہ کسی کی ملک نہیں ہوں گی۔

۱۳۔ چھوٹے ناسمجھ بچوں کو جو کچھ عیدی یا انعام کے نام سے لوگ دیا کرتے ہیں تو مقصود ان کے ماں باپ کو دینا ہوتا ہے، چونکہ حقیر رقم ہوتی ہے اس لیے بچے کے بہانے سے دی جاتی ہے، تو ایسی چیزیں بچوں کے والدین کی ملک سمجھی جائیں گی لیکن اگر کسی نے صراحت کے ساتھ یہ کہا کہ میں اس بچے کو ہی دے رہا ہوں تو اگر بچہ سمجھدار ہے، اور اس نے اسے لے لیا تو چیز اس کی ملک ہوگئی اور اگر ناسمجھ ہے تو اس کے باپ دادا یا مربی کا قبضہ کافی ہے لیکن انہیں یہ حق نہیں ہے کہ اس چیز کو اپنے استعمال میں لائیں یا اسے کسی دوسرے کو بچے کو دیں۔

۱۴۔ اگر اپنی اولاد کو کوئی چیز ہبہ کرنا ہو تو سب کو برابر دینا چاہیے یعنی لڑکے اور لڑکیوں کو یکساں یہ مسلک تینوں اماموں امام ابو حنیفہؒ، امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کا ہے البتہ امام احمد بن حنبلؒ کی رائے میں ہبہ بھی وراثت کی طرح ہونا چاہیے، یعنی لڑکیوں کا ایک ایک اور لڑکوں کے دو دو حصے۔

۱۵۔ ہبہ میں مدت کا تعین صحیح نہیں مثلاً یہ کہ ایک ماہ یا ایک سال کے لیے ہبہ کرنا ناجائز ہے۔

۱۶۔ واہب اگر ہبہ کرتے وقت کسی عوض یا فائدے کی شرط لگا دے تو یہ صحیح ہے، مثلاً یہ کہا کہ "یہ مکان تمہیں دیتا ہوں۔ اس شرط کے ساتھ کہ میں بھی اس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں رہوں گا، یا اس کے بدلے میں تم میرا فلاں قرض ادا کر دو یا" فلاں زمین اس شرط پر ہبہ کرتا ہوں کہ تم میرے کھانے کپڑے کے کفیل رہو"۔ تو یہ ہبہ درست ہے۔ اب اگر واہب اس مشروط ہبہ سے رجوع کرنا چاہے تو اس کا حق نہیں ہے جب تک وہ شرط پوری ہوتی رہے، البتہ اگر شرط پوری نہ ہو تو رجوع کر سکتا ہے۔

۱۷۔ ہبہ کی جانے والی چیز کا موجود ہونا ضروری ہے یعنی یہ کہنا جائز نہیں کہ "اس کھیت میں جو کچھ پیدا ہوگا وہ ہبہ کرتا ہو"۔ یا باغ میں جو پھل آئیں گے یا اس جانور سے جو بچے پیدا ہوں گے انہیں ہبہ کرتا ہو"۔

۱۸۔ واہب جو چیز ہبہ کرے وہ اس کی اپنی ملکیت ہونا ضروری ہے، دوسرے کی چیز کسی کو دے دینا جائز ہے۔

۱۹۔ موہوب یعنی جو چیز ہبہ کی جائے اس کی تعیین ضروری ہے،، چند گھڑیاں چند سائیکلیں یا چند جانور ہیں ان میں سے ایک گھڑی یا ایک سائیکل یا ایک جانور ہبہ کرنا ہو تو اسے متعین کر کے ہبہ کرنا چاہیے، یہ کہنا کہ ایک لے لیجئے ، صحیح نہیں ہے، البتہ یہ کہنا کہ ان میں سے جو پسند ہو لے لیجئے اور موہوب لہ نے اسی وقت پسند کر کے لے لیا تو ہبہ صحیح ہوگا لیکن اگر اس وقت نہیں لیا تو پھر اجازت کے بغیر جائز نہیں ہوگا۔

ہبہ اور ہدیہ کی واپسی

ہبہ کر چکنے کے بعد اس چیز کا واپس لینا گناہ ہے اور دیانت و اخلاق کے خلاف بھی لیکن اگر موہوب لہ نے ابھی اس پر قبضہ نہیں کیا تھا کہ واہب کو اسی چیز کی شدید ضرورت پڑ جائے اور وہ موہوب لہ سے کہہ دے کہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ اس کو بھی نہ لیجیے تو گویا واہب نے ہبہ سے رجوع کرلیا مگر قبضہ کے بعد ہبہ سے واپسی از روئے حدیث حرام ہے۔

سات صورتوں میں ہبہ واپس لے لینا جائز نہیں ہے

یہ بات پہلے بتائی جا چکی ہے کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ کے ہاں ہبہ واپس لے لینا جائز ہے لیکن مکروہ ہے، چنانچہ جن احادیث سے ہبہ واپس لے لینے کا عدم جواز معلوم ہوتا ہے وہ ان کو کراہت پر محمول کرتے ہیں، ہاں ہبہ کی سات صورتیں ایسی ہیں جن میں امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک بھی اپنا ہبہ واپس لے لینا جائز نہیں ہے۔

چنانچہ فقہ کی بعض کتابوں میں سات حرفوں کے اس مجموعہ **دمع خرمه** سے ان ساتوں صورتوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے بایں طور کہ اس مجموعہ کا ہر حرف ایک صورت کی طرف اشارہ کرتا ہے جس کی تفصیلی وضاحت یہ ہے حرف دال سے مراد ''زیادتی متصلہ'' ہے یعنی جس ہبہ میں کسی چیز کا اضافہ ہوگیا ہو یا اس میں کوئی چیز ملا لی گئی ہو تو اس ہبہ کی واپسی درست نہیں۔

مثال کے طور پر اس صورت کو یوں سمجھئے کہ زید نے بکر کو زمین کا ایک ایسا قطعہ ہبہ کیا جس میں نہ کوئی عمارت تھی اور نہ درخت وغیرہ تھے اب بکر نے اس زمین میں کوئی عمارت بنالی یا اس میں کوئی درخت وغیرہ لگا لیے تو اس صورت میں ہبہ کرنے والے یعنی زید کے لیے یہ جائز نہیں ہوگا۔ کہ وہ اپنا ہبہ یعنی اس زمین کو واپس لے لے۔

حرف میم ''واہب یا موہوب لہ کی موت'' کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ فرض کیجیے حسن نے نعیم کو اپنی کوئی چیز ہبہ کردی اور پھر حسن مر گیا، تو اب حسن کے ورثاء کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ موہوب لہ یعنی نعیم سے اس چیز کی واپسی کا مطالبہ کریں جو حسن نے اس کو ہبہ کی تھی۔ یا اگر نعیم مر جائے تو واہب یعنی حسن کو یہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حق نہیں پہنچے گا۔ کہ وہ نعیم کے ورثاء سے اس چیز کے بارہ میں کسی قسم کا کوئی مطالبہ کرے جو اس نے نعیم کو ہبہ کردی تھی۔حرف عین سے اشارہ ہے۔ ہبہ بالعوض کی طرف یعنی اگر کوئی شخص کسی کو اپنی کوئی چیز کسی چیز کے عوض میں ہبہ کرے تو واہب کو اپنے اس ہبہ کو واپس لے لینے کا حق نہیں پہنچتا۔

حرف خ سے اشارہ ہے ''خروج کی طرف۔یعنی اگر موہوب، موہب لہ کی ملکیت سے نکل گئی بایں طور کہ اس نے وہ چیز یا تو کسی کے ہاتھ فروخت کردی یا کسی کو دے ڈالی تو اس صورت میں واہب، موہوب لہ سے اس چیز کا تقاضا کر کے نہیں لے سکتا۔

حرف ز سے ''زوجین'' کی طرف اشارہ ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر خاوند اپنی بیوی کو یا بیوی اپنے خاوند کو کوئی چیز ہبہ کردے تو وہ ایک دوسرے سے اس چیز کو واپس نہیں لے سکتے!

حرق ق سے قرابت (رشتہ داری) کی طرف اشارہ ہے اور قرابت بھی وہ جس میں محرمیت ہو یعنی اگر کوئی باپ اپنے بیٹے کو یا کوئی بیٹا اپنے باپ کو یا ماں کو، یا دادا کو، یا نانا کو، یا بھائی کو، یا بہن کو اور یا کسی بھی ایسے عزیز کو کہ جس سے محرمیت کی قرابت ہو، اپنی کوئی چیز ہبہ کرے تو اس ہبہ کو واپس لے لینا اس کے لیے جائز نہیں ہوگا۔اور حرف ہ موہوب کے ہلاک وضائع ہو جانے کی طرف اشارہ ہے۔یعنی اگر موہوب (وہ چیز جو ہبہ کی گئی تھی) موہوب لہٗ کے پاس سے ہلاک یا ضائع ہوگئی تو واہب کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ موہب لہٗ سے اس کی واپسی کا مطالبہ کرے۔

ہدیہ وصدقہ کی واپسی

جو احکام ہبہ کی واپسی کے ہیں وہی صدقہ اور ہدیہ کے ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہبہ عمرٰی

مندرجہ ذیل دو قسمیں بھی ہبہ میں شامل ہیں۔

ا۔ ہبہ عمرٰی

یعنی موہوب لہ کو موہوبہ شی سے اس کی زندگی تک استفادہ کرنے کی اجازت دینا اس کی مثالیں عہد نبوی وعہد صحابہ میں بھی ملتی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو جائز ٹھہرایا ہے۔ (بخاری۔ مسلم)

اس لیے تمام فقہاء نے اس کے جواز کو تسلیم کیا ہے لیکن شوافع اور حنابلہ کے نزدیک ہبہ کردہ شی واہب کی طرف کبھی نہیں لوٹے گی (ہدایہ کتاب الام) اور لوٹانے کی شرط باطل ہوگی وہ شی وراثتاً موہوب لہ اور اس کے ورثاء کو مل جائے گی۔ (ہدایہ۔ معجم) البتہ مالکیہ کے نزدیک موہوب لہ کے مرنے سے وہ چیز واپس واہب کو لوٹا دی جاتی ہے۔ (کتاب الام ج ۳: ص ۲۸۵)

ہبہ عمرٰی اپنے دیگر احکام ایجاب وقبول اور قبض میں عام ہبات کی طرح ہے شیعی مسلک بھی مالکیہ کے قریب قریب ہے۔ (المحلی۔ شرائع الاسلام)

مسئلہ ہذا کی تفصیل

کوئی شخص کسی سے یہ کہے کہ میں نے اپنا یہ مکان تمہیں تمہاری زندگی تک کے لیے دیا۔ یہ جائز ہے، اس صورت میں جب تک وہ شخص (جس کو مکان دیا گیا ہے) زندہ ہے، اس سے وہ مکان واپس نہیں لیا جا سکتا۔ لیکن اس کے مرنے کے بعد

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
وہ مکان واپس لیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ اس بارہ میں علماء کے اختلافی اقوال ہیں، جس کی تفصیل یہ ہے کہ عمریٰ کی تین صورتیں ہوتی ہیں۔

اوّل یہ کہ:

کوئی شخص مثلاً اپنا مکان کسی کو دے اور یہ کہے کہ میں نے اپنا یہ مکان تمہیں دے دیا۔ جب تک تم زندہ رہو گے یہ تمہاری ملکیت میں رہے گا، تمہارے مرنے کے بعد تمہارے وارثوں اور اولاد کا ہو جائے گا۔ اس صورت کے بارہ میں تمام علماء کا بالاتفاق یہ مسلک ہے کہ یہ ہبہ ہے، اس صورت میں مکان مالک کی ملکیت سے نکل جاتا ہے اور جس شخص کو دیا گیا ہے اس کی ملکیت میں آ جاتا ہے، اس شخص کے مرنے کے بعد اس کے ورثاء اس مکان کے مالک ہو جاتے ہیں، اگر ورثاء نہ ہوں تو بیت المال میں داخل ہو جاتا ہے۔

عمریٰ کی دوسری صورت یہ ہوتی ہے کہ:

دینے والا بلا کسی قید و شرط کے یعنی مطلقاً یہ کہے کہ یہ مکان تمہاری زندگی تک تمہارا ہے۔ اس صورت کے بارہ میں علماء کی اکثریت یہ کہتی ہے کہ اس کا بھی حکم وہی ہے جو پہلی صورت کا حکم ہے۔ چنانچہ حنفیہ کا مسلک بھی یہی ہے اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ حضرت امام شافعیؒ کا قول بھی یہی ہے۔ لیکن بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ اس صورت میں وہ مکان اس شخص کے مرنے کے بعد اس کے وارثوں کا حق نہیں ہوتا بلکہ اصل مالک (یعنی جس نے اس شخص کو دیا تھا) کی ملکیت میں آ جاتا ہے۔

تیسری صورت یہ ہے کہ:

دینے والا یوں کہے کہ یہ مکان تمہاری زندگی تک تمہارا ہے، تمہارے مرنے کے بعد میری اور میرے وارثوں کی ملکیت میں آ جائے گا، اس صورت کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بارہ میں بھی زیادہ صحیح یہی بات ہے کہ اس کا حکم بھی وہی ہے جو پہلی صورت کا ہے۔
حنفیہ کے نزدیک یہ شرط کہ ''تمہارے مرنے کے بعد میری اور میرے وارثوں کی ملکیت میں آ جائے گا''۔ فاسد ہے اور مسئلہ یہ ہے کہ کسی فاسد شرط کی وجہ سے ہبہ فاسد نہیں ہوتا۔

حضرت امام شافعیؒ کا بھی زیادہ صحیح قول یہی ہے لیکن امام احمدؒ یہ فرماتے ہیں کہ عمریٰ کی یہ صورت ایک فاسد شرط کی وجہ سے فاسد ہے عمریٰ کے بارہ میں امام مالکؒ کا یہ قول ہے کہ اس کی تمام صورتوں میں بنیادی مقصد دی جانے والی چیز کی منفعت کا مالک کرنا ہوتا ہے۔

۲۔ ہبہ رقبیٰ

عُمریٰ کی طرح رُقبیٰ بھی ہبہ کی ایک شاخ ہے۔ رقبیٰ کی صورت یہ ہوتی ہے کہ مثلاً کوئی شخص کسی دوسرے سے یہ کہے کہ میں اپنا مکان تمہیں اس شرط کے ساتھ دیتا ہوں کہ اگر میں تم سے پہلے مرگیا تو یہ مکان تمہاری ملکیت میں رہے گا اور اگر تم مجھ سے پہلے مرگئے تو پھر یہ میری ملکیت میں آ جائے گا۔ رُقبیٰ ''مشتق ہے ''ارقاب'' سے جو مراقبہ کے معنی میں ہے۔ گویا رقبیٰ میں ہر ایک دوسرے کی موت کا منتظر رہتا ہے۔ امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک یہ ہبہ باطل اور لغو ہے۔ (ہدایہ)

اور اس کا حکم عاریت کا ہوگا جسے واہب جب چاہے واپس لے سکتا ہے۔
امام ابو یوسفؒ اور ظاہریہ نے اس کو ھبہ عمریٰ کی طرح جائز ٹھہرایا ہے۔ البتہ شرط کو لغو قرار دیا ہے۔ (حوالۂ مذکور)

قریب قریب یہی مسلک حنابلہ کا بھی ہے۔ اسی طرح اگر ھبہ کے ساتھ کوئی ایسی شرط رکھدی گئی جو فی نفسہ باطل ہو تو ھبہ درست مگر شرط لغو ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ
www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

احکامِ شفعہ

شفعہ کا لغوی معنی

شفعہ مشتق ہے شفع سے جس کے لغوی معنی ہیں ملانا اور جفت کرنا۔

شفعہ کا اصطلاحی معنی

شریعت کی اصطلاح میں شفعہ اس شرکت کو کہتے ہیں جس کی وجہ سے کسی شریک کو اس کے دوسرے شریک کے فروخت ہونیوالی زمین یا فروخت ہونے والے مکان کو خریدنے کا ایک مخصوص حق حاصل ہوتا ہے اور یہ حق صرف زمین یا مکان کے ساتھ مخصوص ہوتا ہے۔

متعلقہ اصطلاحیں

(۱) شفیع (شفعہ کرنے والا)

(۲) مشفوع (جس زمین یا مکان کا شعفہ کیا جائے)

(۳) مشفوع بہ (شفیع کی اپنی زمین یا مکان یا ان کا حصہ جو مشفوع سے ملحق ہو۔

(۴) جار ملاصق وہ پڑوسی جس کا مکان بالکل ملا ہوا ہو اور دونوں کا راستہ اور پانی بھی ایک ہو۔

حق شفعہ

کوئی شخص اپنی مشترک جائداد جو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل نہیں کی جاسکتی۔ مثلاً: زمین یا مکان بیچنا چاہتا ہے تو دوسرے شرکاء جن کے ایک دوسرے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے تعلقات ہوں گے یعنی آپس میں ایک دوسرے کے نفع نقصان اور تکلیف و آرام کا خیال رکھتے ہوں گے جیسا کہ ایک صالح، معاشرے میں ہوتا ہے۔ اب اگر کوئی اجنبی شخص اس بیچنے والے شخص کے حصہ زمین یا مکان کو خریدتا ہے تو ہو سکتا ہے اس سے پڑوسیوں کے تعلقات استوار نہ رہیں یا اس کا مزاج ان لوگوں سے مختلف ہو جس سے دونوں کو تکلیف ہو یا معاشرے میں کسی قسم کا بگاڑ رونما ہو اس مصلحت کے پیشِ نظر شریعت نے شفعہ کا قانون نافذ کرنے کی اجازت دی ہے یعنی یہ بائع جتنی قیمت میں یہ جائداد بیچ رہا ہے اگر شفیع چاہے تو اتنی ہی قیمت پر وہ جائداد لے سکتا ہے

(فتح الباری)

رسول اللہؐ کی احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ آپ نے مشترک جائدادوں میں شفعہ کا فیصلہ فرمایا ایک حدیث میں ہے:

قضیٰ بالشفعة فی کل شرکة لم تقسم ربعة او حائط لا یحل له ان یبیع حتی یوذن شریکه فان شاء اخذ وان شاء ترک فان باعه ولم یوذنه فهو احق به. (مشکوٰۃ)

ہر مشترک جائداد میں خواہ مکان ہو یا باغ اور زمین ہو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شفعہ کا فیصلہ فرمایا اور فرمایا کہ یہ جائز نہیں ہے کہ اسے بیچ دے تاوقتیکہ دوسرے شریک سے اجازت نہ لے لے۔ اگر شریک چاہے تو خود خرید لے ورنہ چھوڑ دے اگر شریک کی اجازت کے بغیر فروخت کر دیا تو شریک زیادہ حقدار ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حق شفعہ صرف غیر منقولہ جائداد (یعنی زمین مکان اور باغ کے ساتھ مخصوص ہے اشیاء منقولہ جیسے اسباب اور جانور وغیرہ میں شفعہ کا حق نہیں ہوتا، چنانچہ تمام علماء کا متفقہ طور پر یہی مسلک ہے پھر حق شفعہ صرف مسلمان کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ مسلمان اور ذمی کے درمیان بھی شفعہ کا حق جاری ہوتا ہے (ذمی اس غیر مسلم کو کہتے یں جو جزیہ یعنی اپنے جان مال اور اپنی عزت و آبرو کی حفاظت کا ایک مخصوص ٹیکس ادا کر کے اسلامی سلطنت کا اطاعت گزار شہری ہو)۔مشترکہ زمین یا مکان کے کسی حصہ کے فروختگی کے وقت دوسرے شریک کو اطلاع دینا ضروری ہے۔

ارشاد گرامی کے الفاظ لا یحل لهٗ (کسی بھی شریک کو اپنا حصہ بیچنا حلال نہیں ہے (الخ) سے یہ بات ثابت ہوئی کہ اگر کسی مشترک زمین یا مکان کا کوئی حصہ دار اپنا حصہ بیچنا چاہے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ فروختگی کے ارادہ کے وقت ہی اپنے دوسرے حصہ دار کو اس کی اطلاع دیدے تا کہ اگر وہ خریدنا چاہے تو اس حصہ کو خرید لے ورنہ عدم اطلاع کی صورت میں اس دوسرے حصہ دار کو یہ حق حاصل ہوگا کہ وہ بذریعہ شفعہ اس حصہ کو حاصل کرے۔

شفعہ کے اسباب

۱۔ وہ شخص جو فروخت ہونے والی جائداد میں حصہ دار ہو۔

۲۔ وہ شخص جس کی زمین یا مکان اور فروخت ہونے والی زمین یا مکان میں کسی نوع کی شرکت ہو مثلاً دونوں اشخاص کی زمینوں کو ایک ہی کنویں سے پانی جاتا ہو یا دونوں کے مکانوں کا ایک ہی راستہ ہو۔

(۳) وہ پڑوسی جس کی زمین فروخت کرنے والے کی زمین سے یا جس کا مکان فروخت کرنے والے کے مکان سے ملا ہوا ہو۔امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ان سب کو شفعہ کی اجازت ہے مگر امام مالکؒ امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک پہلے ان شخصوں کو اجازت ہے، تیسرے شخص یعنی پڑوسی کو نہیں ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حق شفعہ صرف شریک کو حاصل ہوتا ہے

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ:

قضی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالشفعة فی کل مالم یقسم فاذا وقعت الحدود وصرفت الطرق فلا شفعة

(مشکوۃ ج ا:ص ۲۵۶)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر اس (غیر منقول) چیز میں حق شفعہ ثابت ہونے کا فیصلہ صادر فرمایا ہے جو (شراکت میں ہو) اور شرکاء کے درمیان تقسیم نہ کی گئی ہو، لہٰذا جب حدود مقرر ہو جائیں (یعنی مشترک ملکیت کی زمین یا مکان) باہم تقسیم ہو جائے) اور (ہر ایک حصہ کے) راستے الگ الگ کر دیئے جائیں تو پھر شفعہ باقی نہیں رہتا (یعنی اس صورت میں چونکہ شرکت باقی نہیں رہتی اس لیے کسی کو بھی حق شفعہ حاصل نہیں ہوتا)۔

جب کسی زمین یا کسی مکان کے مشترک طور پر کئی مالک ہوں تو اس کے شرکاء کو ہر ایک کے حصہ پر حق شفعہ اسی وقت تک حاصل رہتا ہے جب تک کہ اس زمین یا اس مکان کی باہم تقسیم نہ ہو۔ اگر وہ زمین یا مکان شرکاء آپس میں تقسیم کر لیں، اور سب کے حصے الگ ہو جائیں اور سب حصوں کے راستے بھی جدا جدا ہو جائیں تو اس صورت میں کسی کو بھی حق شفعہ حاصل نہیں رہتا۔ اس طرح یہ حدیث اس بات کی دلیل ہوگی کہ حق شفعہ صرف شریک کو حاصل ہے ہمسایہ کو حاصل نہیں ہوتا چنانچہ ائمہ ثلاثہ اور دیگر محدثین کا یہی مسلک ہے اور دلائل کے لحاظ سے یہی مسلک صحیح ہے۔ اس سلسلہ میں حضرت امام ابوحنیفہؒ کا مسلک بے حد کمزور ہے۔ ہاں اس ہمسایہ کو شفعہ کا حق حاصل ہے جس کا راستہ یا پانی ایک ہو چنانچہ ایک حدیث میں اس کی صراحت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

الجار احق بشفعتہ ینتظر لھا وان کان غائبا اذا کان طریقھما واحدا (مشکوۃ ج ۱: ص ۲۵۷)

ہمسایہ اپنے شفعہ کا زیادہ حق دار ہے اگر وہ موجود نہ ہو تو اس کے شفعہ کی وجہ سے اس کا انتظار کیا جائے اور ہمسایہ شفعہ کا اس صورت میں حق دار ہے جبکہ دونوں کا راستہ ایک ہو"۔

اس حدیث کی روشنی میں ہم کہتے ہیں کہ جن احادیث میں مطلق ہمسایہ کا ذکر آیا ہے ان سے بھی وہی ہمسایہ مراد ہے جس کا راستہ یا پانی ایک ہو شفعہ غیر منقول جائداد میں سے خواہ وہ تقسیم ہو سکتی ہے یا نا قابل تقسیم ہو۔ حضرت عثمانؓ فرماتے ہیں کہ:

اذا وقعت الحدود فی الارض فلا شفعة فیھا ولا شفعة فی بئر ولا فحل النحل (مشکوۃ ج ۱: ص ۲۵۷)

جب زمین میں حدیں قائم ہو جائیں (یعنی مشترک زمین شرکاء میں باہم تقسیم ہو جائے اور ہر ایک کے حصے الگ الگ ہو جائیں تو (شرکت کا) شفعہ باقی نہیں رہتا اور نہ کنویں میں شفعہ کا حق حاصل ہوتا ہے اور نہ نر کھجور کے درخت میں۔

کنواں ایک ایسی چیز ہے جو تقسیم کا احتمال نہیں رکھتا اور چونکہ شفعہ کا حق اسی زمین میں حاصل ہوتا ہے جو تقسیم کا احتمال رکھتی ہو اس لیے کنویں میں شفعہ نہیں ہوتا، چنانچہ حضرت امام شافعیؒ کا یہی مسلک ہے، لیکن حنفیہ کے نزدیک شفعہ ہر زمین میں ثابت ہے خواہ وہ تقسیم کا احتمال رکھے جیسے مکانات اور باغات وغیرہ یا تقسیم کا احتمال نہ رکھے جیسے کنواں، حمام اور چکی وغیرہ۔

"اور نہ نر کھجور کے درخت میں" یعنی مثلاً چند لوگوں کو کھجور کے کچھ درخت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مشترک طور پر وراثت میں حاصل ہوئے جنہیں انہوں نے آپس میں تقسیم کر لیا لیکن ان میں ایک نر درخت بھی تھا۔ جس کے پھول لے کر سب ہی لوگ اپنے اپنے کھجور کے درختوں پر ڈالتے تھے، اب ان ہی میں کا ایک شخص اپنے حصہ کے کھجور کے درختوں کے ساتھ اس نر درخت کے اپنے حقوق بھی فرخت کرے تو شرکاء کو اس فروخت میں شفعہ کا حق حاصل نہیں ہوگا کیونکہ نہ تو وہ کوئی زمین ہے اور نہ اس کو تقسیم کر لینا ممکن ہے۔

حق شفعہ میں ترتیب

پہلا حقدار:

شفعہ کرنے کا وہ شخص ہے جو فروخت ہونے والی جائیداد میں حصہ دار ہو۔

دوسرا حقدار:

وہ شخص ہے جو جائداد سے نفع اٹھانے میں اشتراک رکھتا ہو۔

تیسرا حقدار:

حنیفہ کے نزدیک وہ پڑوسی ہے جس کا مکان یا زمین ملی ہوئی ہے یعنی پڑوسی۔ اس پڑوسی کو فوقیت حاصل ہوگی جو نفع اٹھانے میں مشترک ہو جیسے دونوں کے مکانوں کا راستہ ایک ہو یا دونوں زمینوں کو ایک ہی ذریعے سے پانی پہنچتا ہو۔

نوٹ: دو منزلہ مکان جس میں اوپر کی منزل کسی ایک شخص کی ہو اور دوسری منزل کسی دوسرے کی تو دونوں ایک دوسرے کے جار ملاصق ہیں اگر دو پڑوسیوں کے مکانوں کی ایک دیوار مشترک ہو تو دونوں مکان میں شریک سمجھے جائیں گے یعنی پہلے ان ہی کو شفعہ کا حق ہوگا لیکن اگر کسی پڑوسی کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیوار پر بلی یا کڑی رکھ لی یا اس پر سلیب لگا لیا اور پڑوسی نے اعتراض نہیں کیا تو اس سے وہ شریک نہیں بلکہ پڑوسی ہی سمجھا جائے گا اور اسے شفعہ کا حق حاصل نہ ہوگا۔

۳۔ اگر کسی زمین یا مکان کے دو یا زیادہ شفیع ہوں اور سب کے حصے برابر نہ ہوں تو بھی حق شفعہ کے لیے سب برابر ہوں گے۔ مثلاً تین شریک ہوں جن میں ایک کا آدھا حصہ اور باقی آدھے میں دو آدمی ہوں جن میں سے ایک کا تیسرا اور ایک کا چھٹا حصہ ہو تو اگر آدھے حصے والا اپنا حصہ بیچتا ہے تو ان دونوں کو برابر کے شفعہ کا حق ہوگا اور دونوں اسے حق شفعہ سے لے کر برابر تقسیم کر لیں گے قیمت بھی دونوں کو برابر دینا ہوگی۔ حصے کی کمی بیشی کا کوئی اثر حق شفعہ پر نہیں پڑے گا۔

شفعہ کے شرائط اور ضروری مسائل

۱۔ جیسے ہی شفیع کو اطلاع ملے کہ شرکت کی یا جوار کی زمین بیچی یا ہبہ کی گئی ہے اسی وقت اسے اعلان کر دینا چاہیے کہ میں شفعہ کا حق استعمال کروں گا یا ایسا طرز عمل جس سے اس کی ناراضگی یا شفعہ میں لینے کا رجحان واضح ہو اختیار کرنا چاہیے۔ اگر وہ یہ سن کر خاموش رہا تو پھر شفعہ کا حق نہیں رہے گا۔

۲۔ جائداد فروخت کر لے یا ہبہ کرنے سے پہلے محض ارادہ معلوم ہونے پر شفعہ کا حق قائم نہیں ہوتا۔

۳۔ جس جائیداد کے بیچنے یا ہبہ کرنے میں شفیع کی رضا مندی شامل ہو اس میں اس کو شفعہ کا حق نہیں ہے مثلاً: اس نے خود بیچنے کا مشورہ دیا یا بیع کا علم ہونے پر کہا کہ ''اچھا ہوا'' تو پھر اس کو شفعہ کا حق نہیں رہا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۴۔ صرف غیر منقولہ جائداد مثلاً باغ، زمین اور مکان وغیرہ میں ہی شفعہ ہو سکتا ہے۔ منقولہ اموال یا وقف اور حکومت کی جائداد میں شفعہ کا حق نہ ہوگا۔

۵۔ اگر جائداد خریدنے والے سے شفیع نے یہ کہا کہ تم اتنی رقم دو تو میں حق شفعہ سے باز آجاؤں تو اس کہنے سے شفعہ کا حق باقی نہیں رہے گا۔ اور حق کا دباؤ ڈال کر روپیہ لینا رشوت کی طرح حرام ہے۔

۶۔ کسی مکان کا خریدنے والا شفیع کو گمراہ کرنے کے لیے کہے کہ میں نے یہ مکان دس ہزار میں خریدا ہے۔ شفیع نے رقم کی زیادتی کی وجہ سے شفعہ نہیں کیا لیکن بعد میں اسے معلوم ہوا کہ وہ مکان کم قیمت میں بکا ہے تو اسے دوبارہ شفعہ کرنے کا حق ہوگا۔

۷۔ لیکن اگر اس عرصے میں خریدار نے مبیع میں کوئی اضافہ کر دیا مثلاً زمین میں کوئی عمارت بنالی یا بنی ہوئی عمارت میں توسیع کر دی یا درخت لگا لیے تو شفیع یا تو تمام کی قیمت دے کر اس جائداد کو لے لے یا اپنے حق سے باز آجائے۔

۸۔ شفیع نے جس مکان یا باغ کا شفعہ کیا ہے اس کی پوری قیمت ادا کرنا ہوگی خواہ مکان شفعہ کرنے کے بعد گر گیا ہو یا باغ کے درخت سوکھ گئے ہوں بشرطیکہ خریدنے والے نے قصداً مکان گرایا نہ ہو اور باغ کے درختوں کو جان بوجھ کر نقصان نہ پہنچایا ہو۔

۹۔ اگر شفعہ کا دعویٰ کرنے کے بعد فیصلہ ہونے سے پہلے شفیع کا انتقال ہو جائے تو شفعہ کا حق ختم نہ ہوگا بلکہ وارثوں کو یہ حق منتقل ہوگا۔ یہ مسلک امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کا ہے۔ احناف کے ہاں وارثوں کو حق نہیں ہے۔

۱۰۔ شفیع نے شفعہ کا دعویٰ نہیں کیا ہے لیکن اس کا ارادہ ظاہر کر چکا ہے تو اس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تاخیر سے اس کا حق متاثر نہیں ہوگا۔ شفیع مشفوع کو دو طرح سے حاصل کر سکتا ہے۔

۱۔ اسلامی حکومت کے سامنے اپنا دعوی پیش کرکے۔

۲۔ خریدار کو قیمت ادا کرکے اگر وہ اس پر راضی ہو جائے۔

مسلم اور غیر مسلم کا حق برابر ہے

جمہور فقہاء کے نزدیک شفعہ کا حق دفع ضرر کے لیے ہے اس میں مسلم، غیر مسلم، باغی، عادل سب برابر ہیں۔ اس لیے شفعہ کا استحقاق بھی برابر سب کو حاصل ہے۔ لیکن امام احمد بن حنبلؒ حسن بصریؒ شعبیؒ کے نزدیک غیر مسلم کو شفعہ کا حق حاصل نہیں ہے۔ (فقه السنه ج ۳: ص ۲۱۶)

کسی حیلہ سے شفعہ کا حق گرانا

کسی کے لیے یہ جائز نہیں ہے۔ کہ کسی قسم کا حیلہ کرکے شفعہ کا حق گرا دے کیونکہ اس میں مسلمان کے حق کا ابطال لازم آتا ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں آیا ہے:

لا ترتکبو اما ارتکب الیھو د فتستحلوا محارم الله بأدنی الحیل

(فقه السنه ج ۳: ص ۲۱۸)

تم ان گناہوں کا ارتکاب نہ کرو جن کا یہود نے کیا ہے پھر تم حیلے بہانے سے اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال کرنے لگو۔

ہبہ میں شفعہ نہیں ہے

اگر کوئی شخص اپنی جائداد بغیر عوض کے ہبہ کردے یا وصیت کردے یا صدقہ کردے یا وقف کردے یا بیوی کو بطور حق مہر کے دے دے تو اس میں شفعہ کا حق استعمال نہیں ہو سکتا۔ (فقه السنه ج ۳: ص ۲۲۶)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

واہب کا اپنی ہبہ کردہ شی کو خریدنا

اگر کوئی شخص کسی کو اپنی کوئی چیز ہبہ کردے پھر کسی وقت ضرورت پڑنے پر موہوب لہ سے وہ اپنی ہبہ کردہ چیز قیمتاً خریدے تو اس میں بظاہر کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ خریدنے کی ممانعت کسی حدیث سے ثابت نہیں ہے ہاں ہبہ کرنے والے نے ہبہ کے وقت اگر اپنے بھائی پر صدقہ کی نیت کی تھی تو پھر خریدنا منع ہے۔

تم الرساله بحمدالله تعالیٰ وعونه

والحمدلله الذی بنعمته تتم الصالحات

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا **محمد علی جانباز** حفظہ اللہ تعالیٰ

کی دیگر علمی اور تحقیقی تصانیف

- انجاز الحاجۃ شرح سنن ابن ماجہ (عربی)
- اہمیتِ نماز
- صلوۃ المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
- معراجِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
- آلِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
- اَحکامِ سفر
- نفحات العطر فی تحقیق مسائلِ عید الفطر
- اَحکامِ دُعاء اور توسل
- اَحکامِ نکاح
- توہین رسالت کی شرعی سزا
- ارکانِ اسلام
- تحفۃ الوریٰ فی تحقیق مسائل عید الاضحیٰ
- دورانِ خطبۂ جمعہ دو رکعت پڑھنے کا حکم
- صفات المؤمنین
- اَحکامِ طلاق
- حُرمتِ متعہ بجواب حلت متعہ
- اِسلام میں صِلہ رحمی کی اہمیت
- اَحکامِ عدت
- احکام قسم و نذر

ناشر: ادارۃ جامعہ رحمانیہ (رجسٹرڈ)
4591911
ناصر روڈ، سیالکوٹ